روشنی کا اغوا
اشتیاق احمد

محمود ۰ فاروق ۰ فرزانہ

اور ــــ انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۳۷۰

روشنی کا اغوا

اشتیاق احمد

نام ناول ——— روشنی کا اغوا

طابع ——— اشتیاق احمد

خوشنویس ——— سعید نامدار

سرورق ——— محمد مقصود عنید

قانونی مشیر ——— شمیم احمد ایڈووکیٹ

مطبع ——— افضل شریف پرنٹرز

قیمت ——— ۱۸ روپے

سالانہ قیمت ایک ناول — ۲۵۰ روپے

سالانہ قیمت دو ناول — ۴۵۰ روپے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہیں لاؤ گے (یعنی مومن نہ ہو گے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں اور کتابوں اور پیغمبروں اور قیامت پر اور دین کے سچے عقائد اور اعمال پر) اور تم مومن نہ ہو گے، جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے (یعنی مسلمان بھائیوں سے اُلفت نہ رکھو گے) کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کو کرو تو آپس میں تمھاری محبت ہو جائے، اپنے درمیان سلام کو فاش کرو[1]۔

سُنن ابنِ ماجہ شریف، جلد سوم،
صفحہ نمبر ۱۶۷، حدیث نمبر ۵۸۲

[1] یعنی آپس میں جب ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیکم

کرو، خواہ اس سے معرفت ہو یا نہ ۔ سلام اوّل ذریعہ
ہے معرفت کا اور کنجی ہے محبت کی اور ہر مسلمان کو
ضروری ہے کہ جب دُوسرے مسلمان سے ملے تو اُس
کے سلام کا منتظر نہ رہے بلکہ خود پہلے سلام کرے، خواہ
وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ یا ہمسر، کمال ایمان کا یہی شیوہ ہے ۔

○

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ
ہم کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے حُکم کیا، سلام کے
فاش کرنے کا ۔

سُنن ابنِ ماجہ شریف، جلد سوم،
صفحہ نمبر ۱۶۷، حدیث نمبر ۵۸۳

○

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے،
حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اللہ کی عبادت کرو
اور سلام کو فاش کرو ۔

سُنن ابنِ ماجہ شریف، جلد سوم،
صفحہ نمبر ۱۶۸، حدیث نمبر ۵۸۴

◉

دو باتیں

السلامُ علیکم !

میری ایک بہت پُرانی قاری ہیں ۔ نام ہے
عندلیب صدیق ۔ اس مرتبہ فون پر مجھ سے بات
کی تو بہت ناراض ہوئیں ۔ مجھے خوب جھاڑ پلائی
ان کے غصّے بھرے الفاظ میں بھی مجھے خلوص ہی
خلوص نظر آیا ۔ ذرا آپ بھی سُنیئے ۔ وُہ کیا شکایت
کر رہی تھیں :

"آپ ۔ آپ سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا ۔
آپ کو فون کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا ۔ جی چاہتا
ہے ۔ ناول پڑھنا ہی چھوڑ دیں ۔ لیکن افسوس ۔
ہم ناول نہیں چھوڑ سکے ۔ ہاں جو کر سکتے تھے ۔ وُہ
کر چکے ہیں ۔ یہ کہ پہلے آپ کو باقاعدہ خط لکھا کرتے
تھے ۔ آپ کے خطوط (ہمارے خطوط کے جوابات)
اب تک ہمارے پاس محفوظ ہیں ۔ لیکن اب ہم

نے خط لکھنا بالکل چھوڑ دیا ہے — کیا فائدہ خط
لکھنے کا۔"

ان کی باتیں مجھے حیران کیے دے رہی تھیں،
جونہی وہ رُکیں، میں بول اُٹھا:

"آخر ہوا کیا ہے — میں نے کیا کیا ہے — کیا جرم
مجھ سے سرزد ہو گیا، یہ بھی تو بتائیں؟"

"آپ پوچھ رہے ہیں — ہوا کیا ہے — گویا کچھ ہوا
ہی نہیں — یہ پوچھیے، کیا نہیں ہوا۔" انھوں نے
پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

"تو یہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔" مجھے ان کے انداز پر
بے تحاشہ ہنسی آ رہی تھی —

"کوئی تک بھی ہے — ہر ماہ انسپکٹر جمشید کا ناول،
ہر بار انسپکٹر جمشید کا ناول — کئی بار آپ کو خط لکھا کہ
انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کے ناول بھی
ہر ماہ آنے چاہییں — ہمیں ان کے ناول زیادہ
پسند ہیں، لیکن آپ ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے،
کان پر جوں تک نہیں رینگتی آپ کے — پتا نہیں
کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں — پتا نہیں کس ہوا
میں رہتے ہیں — ہر بار خط میں وعدہ کرتے ہیں —

اچھا — آپ کے مشورے پر عمل کروں گا — آپ کا
مشورہ پسند آیا — لیکن ڈھاک کے وہی تین پات،
آج تک عمل بھی کیا ان مشوروں پر جو آپ کو پسند
آئے — ایک پر بھی عمل نہیں کیا — بس اپنی
مرضی کیے جاتے ہیں — اب دیکھیے جواب — کیا جواب
ہے آپ کے پاس اس بات کا۔"

میں خاموشی سے سُنتا رہا — جواب تھا جو نہیں
میرے پاس — جواب دیا بھی تو صرف اتنا کہ ہزاروں
خطوط آتے ہیں، ان میں ہزار ہا مشورے ہوتے
ہیں — اب آدمی کس کس کا مشورہ مانے، لہذا
یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ مشورے پسند آئے — ان
پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا — یہی جواب میں
نے انھیں دیا — لیکن جناب، وہ کہاں مطمئن ہونے
والی تھیں — اب سوچ رہا ہوں — آج اس سوال
کا جواب دے ہی دوں — شاید کسی ناول کی
دو باتیں میں جواب دے بھی چکا ہوں — ایک
بار پھر عرض کر دیتا ہوں — بات دراصل یہ ہے کہ
پورے مُلک میں انسپکٹر کامران مرزا کو پسند کرنے والے
قاری بھی ہیں — شوکی برادرز کو پسند کرنے والے

بھی ہیں — اور انسپکٹر جمشید کو پسند کرنے والے تو ہیں ہی — جب میں چار ناول لکھا کرتا تھا — ان دنوں دو ناول ہر ماہ جمشید کے، ایک کامران مرزا کا اور ایک شوکی کا ہوتا تھا — لیکن ان کی پسندیدگی کا حساب کچھ اس طرح تھا — انسپکٹر کامران مرزا کے ناول انسپکٹر جمشید کے ناولوں کی نسبت ایک ہزار کم چھپتے تھے — شوکی برادرز کے ناول انسپکٹر جمشید سیریز کی نسبت دو ہزار کم چھپتے تھے — یہی حساب بکنے کا تھا — پھر ایک منی خاص نمبر لکھنے لگا، کیونکہ اُنگلی جواب دینے لگی تھی — اور مجھے اس کا جواب سُننا پڑا — ورنہ پورا ہاتھ اس اُنگلی کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جاتا — ایک منی خاص نمبر کبھی مشترکہ آتا رہا، کبھی دو پارٹیوں کا اور ایک کا — لیکن پھر قارئین نے کہنا شروع کیا کہ تمام کردار صرف خاص نمبر میں جمع کیا کریں، کم صفحات والی کتاب میں اتنے کردار اچھے نہیں لگتے — خود میرا بھی یہی خیال تھا — لہٰذا میں نے صرف ایک پارٹی یعنی جمشید پر ناول لکھنے شروع کر دیے — اس کے بعد اُنگلی ٹھیک ہو گئی تو دو منی خاص نمبروں کا سلسلہ شروع ہوا —

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ناول زیادہ تعداد میں صرف انسپکٹر جمشید سیریز کے بکتے ہیں — کاروبار کا بھی حساب دیکھنا پڑتا ہے — اگر ایک منی خاص نمبر انسپکٹر جمشید کا — اور ایک ایک ماہ انسپکٹر کامران مرزا کا، دُوسرا شوکی کا لکھنا شروع کروں تو وہ تعداد میں ایک ہزار اور دو ہزار کم فروخت ہوں گے اور اس طرح کاروبار کو دھکا لگے گا — میں نے ساری صورتِ حال آپ سبھی کے سامنے رکھ دی ہے — صرف عندلیب صاحبہ کے سامنے ہی نہیں — وُہ بھی یہ دو باتیں پڑھیں گی — لہٰذا فیصلہ آپ سب پر چھوڑتا ہوں۔

فقط:

اشتیاق

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

پیکٹ

"میں ایک عورت کو اغوا کرانا چاہتا ہوں۔"

"یہ کیا مُشکل کام ہے — معاوضہ ادا کرو، تصویر دے دو، اپنا پتا لکھو — عورت وہاں پہنچ جائے گی اور جب آپ چاہیں گے، اس وقت وہاں پہنچے گی۔"

"سوچ سمجھ کر بات کرو — یہ کام میرے خیال میں اتنا آسان نہیں، اسی لیے، معاوضہ بھی سوچ سمجھ کر بتانا، پھر نہ کہنا کہ کام اندازے سے کہیں زیادہ مُشکل تھا اور تم نے غلطی سے معاوضہ بہت کم وصول کیا۔"

"اچھا! یہ بات ہے تو پھر پہلے اس کی تصویر، نام، پتا اور دوسری تفصیل بتائیں، معاوضے کی بات بعد میں ہو گی۔"

"اچھی بات ہے — یہ رہیں تمام معلومات — اچھی طرح غور کر لو — لیکن یہ کام ہر حال میں کرنا ہے — ناکامی کی صُورت میں ..."

" ناکامی کی صورت میں کیا ؟"

" ناکامی کی صورت میں بہت بڑا نقصان ہو جائے گا۔
اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے مجھے بے تحاشہ اخراجات
کرنے ہوں گے ، وہ سب کے سب ضائع ہو جائیں گے۔"

" منصوبہ کیا ہے ؟"

" یہ میں کیوں بتانے لگا — اگر یہ بتا دوں تو پھر تو
تم میرا منصوبہ ہی چرا لو گے — کیوں ، میں غلط تو نہیں
کہ رہا ؟"

" خیر نہ بتائیں اور اب پہلے میں یہ کاغذات دیکھ لوں"

" ضرور کیوں نہیں۔"

چند منٹ تک خاموشی طاری رہی اور پھر دوسری آواز
ابھری :

" ٹھیک ہے ، کام ہو جائے گا — معاوضہ صرف پچاس
ہزار — عورت کو اغوا کرنے کا۔"

" ایک عورت کے اغوا کے پچاس ہزار — دماغ تو نہیں
چل گیا۔"

" میں نے خوب غور کیا ہے — یہ کام واقعی انتہائی مشکل
ہے اور اس میں ناکامی کے امکانات بہت ہیں ، ا
تمام امکانات کو ختم کرنے کے لیے بہت پیسے خرچ ک

وں گے — پچاس ہزار میں سے میرے پاس مشکل سے
یں بچیں گے۔"

" اچھا خیر — مجھے منظور ہے — یہ لو پچاس ہزار — یہ جان
— میں ناکامی کا لفظ سننا پسند نہیں کروں گا۔"

" میں جانتا ہوں ، آپ فکر نہ کریں — اتنا عرصہ ہو گیا
ہے آپ کو ہم سے اس قسم کے کام لیتے ہوئے۔"

" اسی لیے تو پچاس ہزار پورے نقد ادا کر دیے ہیں ،
نہیں تو اس قسم کے کاموں میں نصف معاوضہ پہلے اور نصف بعد
ں ادا کیا جاتا ہے۔"

" معاوضے کی کوئی بات نہیں ، بے شک آپ پچیس ہزار
کھ لیں۔"

" نہیں ! یہ تم رکھو اور اب میں چلتا ہوں — کل یہ عورت
پنے ٹھکانے کی بجائے میرے ٹھکانے پر ہو۔"

" ایک بات سمجھ میں نہیں آئی — آخر اس عورت کو
اغوا کرانے کی ضرورت کیا ہے — میرے خیال میں تو اس
عورت کو اغوا کر کے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

" تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے ، اگر سمجھ سکتے تو پھر تم
منصوبے بنایا کرتے اور میں اغوا کیا کرتا۔"

" شاید یہی بات ہے — اچھا ، میں چلتا ہوں۔" ان الفاظ

کے ساتھ ہی کمرے میں خاموشی چھا گئی — یُوں لگتا تھا جیسے
وہاں کوئی نہ ہو — جب کہ وُہ وہاں موجود تھا اور اس کے
شیطانی ذہن میں اس منصُوبے کی تفصیلات گردش کر رہی
تھیں — بلکہ اس کے ذہن میں ایک فلم سی چل رہی تھی —
وہ ہر بات کو ہوتے ہوئے اپنے ذہن میں دیکھ رہا تھا۔
اور پھر اس کے چہرے پر ایک بھیانک مسکراہٹ تیر گئی۔

○

"انسپکٹر جمشید کی ڈیوٹی کیوں نہ لگا دی جائے۔" آئی جی صاحب
نے تجویز پیش کی۔

"مناسب تو بالکل وہی رہیں گے، لیکن یہ ڈیوٹی ان کی
شان کے مطابق نہیں ہے۔"

"میرے خیال میں انسپکٹر جمشید اس چکر میں کبھی نہیں
پڑتے کہ کون سا کام ان کی شان کے مطابق ہے اور کون
سا نہیں ہے۔"

"ہاں! یہ بات تو خیر ٹھیک ہے — تو پھر انھیں بُلا
لیتے ہیں۔" ڈی آئی جی بولے۔

اس وقت چند اعلیٰ آفیسرز کی میٹنگ ہو رہی تھی — ایک

اہم مسئلہ درپیش تھا — آخر انسپکٹر جمشید کو بھی وہیں بلا
لیا گیا:

"آؤ جمشید بیٹھو — ایک سنگین معاملہ ہے — اس لیے تمھیں
بلایا گیا ہے۔"

"میں حاضر ہوں — حکم فرمائیں۔"

"ہمارے مُلک میں پہلی بار ایک پروگرام پیش کیا جا رہا
ہے — اس پروگرام پر پوری دنیا کی نظریں جمی ہیں۔"

"آپ کا اشارہ موسیقی کے پروگرام کی طرف ہے۔"

انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہم جانتے ہیں بھئی — تم اس قسم کے پروگراموں کے
سخت مخالف ہو — ہم بھی مخالف ہیں — لیکن اس میں
ہماری کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے — پوری دُنیا کی سطح پر
یہ پروگرام بنایا گیا ہے — اور جگہ کے لیے ہمارے ملک کا
نام قرعہ اندازی میں نکلا ہے — یعنی طے یہ پایا تھا کہ جگہ
قرعہ اندازی سے مقرر کی جائے گی — لہٰذا نام نکل آیا
ہمارے مُلک کا — اب یہ پروگرام ہمارے مُلک میں ہوگا
اور پوری دُنیا کی نظریں اس پروگرام پر لگی ہیں۔"

"ٹھیک ہے سر — مجھے کیا کرنا ہے؟" انھوں نے تھکے
تھکے انداز میں پوچھا۔

"پوری دُنیا کے ہر مُلک کا مشہور ترین گانے والا یا گانے والی یہاں پہنچ چکے ہیں — ان میں لیڈی میڈیا پوری دُنیا کی سب سے بڑی گلوکارہ ہے — سب سے مشہور گلوکارہ ہے — ننانوے فی صد لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ مقابلہ لیڈی میڈیا ہی جیتے گی اور اس طرح وہ دُنیا کی سب سے بڑی دولت مند عورت بن جائے گی — اس مقابلے میں کامیابی کے فوراً بعد اسے اس قدر معاوضہ ملے گا کہ دُنیا میں اس سے دولت مند کوئی اور عورت نہیں رہ جائے گی، لیکن..."

"لیکن کیا؟"

"ہمیں اطلاع ملی ہے — کہ اسے اغوا کرنے کا پروگرام بنا لیا گیا ہے۔"

"اوہ!" انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

"اور اگر وہ اغوا ہو گئی تو پھر ظاہر ہے، پروگرام میں حصّہ نہیں لے سکی گی، اس کے اغوا کی خبریں آن کی آن میں پوری دُنیا کے ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات دے دیں گے — اس طرح ہمارے مُلک کی کس قدر ناکامی ہو گی، یہ تم سوچ ہی سکتے ہو جمشید۔"

"میں بالکل سوچ سکتا ہوں سر — اگرچہ مجھے اس قسم کے پروگراموں سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں — بلکہ میں حد درجے ناپسند

کرتا ہوں — اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ہمارے مُلک میں ایسے پروگرام نہ ہوا کریں، کیونکہ یہ بالکل غیر اسلامی پروگرام ہیں، اسلام نے اس قسم کے پروگراموں کی قطعاً کوئی اجازت نہیں دی — اس کے باوجود چونکہ یہ معاملہ مُلک کی عزت کا ہے، اس لیے میرے ذمے جو کام بھی لگایا جائے گا — میں اس کو پورا کرنے کی اپنی سی کوشش کروں گا۔" انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

"ہمیں تم سے اگر یہ اُمید نہ ہوتی تو ہم ہرگز تمہارے ذمے یہ غلط کام نہ لگاتے، لیکن جمشید ہم بھی مجبور ہیں۔" آئی جی صاحب نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے — آپ حکم فرمائیں۔"

"ایک جملے میں تو حکم یہ بنتا ہے کہ بس تم لیڈی میڈیا کو اغوا نہیں ہونے دو گے۔"

"اچھی بات ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ میری بھی بات سُنے — میری ہدایات پر عمل کرے۔"

"ہم کوشش کریں گے کہ وہ تمہاری ہدایات پر پوری طرح عمل کرے — ویسے بھی وہ خود بھی یہ نہیں چاہتی ہو گی کہ اغوا ہو جائے — اس طرح ایک تو وہ پوری دُنیا کی مال دار ترین عورت نہیں بن سکے گی، دُوسرے یہ کہ اغوا

کرنے والے نہ جانے اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔
تیسرے یہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور گانے والا یا گانے والی
مقابلہ جیت لے گی۔ یہ تینوں باتیں میرے خیال میں تو
وہ ہرگز پسند نہیں کرے گی۔"

"بالکل ٹھیک۔ ہم انھیں فون کر دیتے ہیں، تمھارے
بارے میں سب کچھ اسے بتا دیتے ہیں۔ تم فوراً اس مہم پر
کام شروع کر دو۔"

"کیا اسے معلوم ہے کہ اس کے اغوا کا منصوبہ بنا لیا
گیا ہے؟"

"بھلا اسے معلوم نہ ہو گا۔ سب سے پہلے تو اسی کو
معلوم ہوا تھا۔ اس نے ہمیں فون کیا۔ بلکہ صدرِ مملکت کو
فون کیا تھا اس نے تو۔"

"ہوں! اچھی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس سلسلے
میں کیا کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

"مقابلہ کل ہو رہا ہے۔ تمھارے پاس زیادہ وقت بھی
نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں سر۔ ایک بار میں اس تک پہنچ جاؤں،
پھر ان شاء اللہ اغوا تو نہیں ہونے دوں گا۔"

"محمود، فاروق اور فرزانہ بھی اس سلسلے میں تمھارا ساتھ دیں

تو بہت بہتر رہے گا۔"

"جی ہاں! میں انھیں ساتھ لے کر جاؤں گا، آپ
مطمئن رہیں۔"

انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا منہ
بری طرح بنا ہوا تھا۔

وہ دفتر میں داخل ہوئے تو اکرام فوراً بول اٹھا:

"خیر تو ہے سر۔ کیا کوئی ناخوش گوار ڈیوٹی لگا دی
گئی ہے؟"

"تمھارا اندازہ بالکل درست ہے اکرام، لیکن ہمیں یہ
کام کرنا ہی ہو گا۔"

"لیڈی میڈیا کی حفاظت کا مسئلہ ہے شاید۔" سب انسپکٹر
اکرام نے کہا۔

"ہاں! غالباً تم نے اخبارات میں اس کے بارے میں
تمام خبریں بہت غور سے پڑھی ہیں۔ جب کہ میں اس قسم
کی خبروں کی سرخیاں بھی بہت کم دیکھتا ہوں۔"

"اسے اغوا کر لیا جائے گا سر۔ آپ یہ ذمے داری نہ
لیں۔" اکرام نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کر لیا جائے گا؟" وہ حیران رہ گئے۔

"ہاں سر۔ یہ کام ہو کر رہے گا۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو بھئی۔"

"سر! میں بھی کچھ معلومات رکھتا ہوں۔"

"اوہو اچھا — یہ تو بہت اچھی بات ہے — بتاؤ تو — کیا معلومات ہیں تمہارے پاس؟"

"سر! اسے اغوا کرنے کے لیے تان جان کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔"

"تان جان — وہ اغوا کا ماہر۔"

"ہاں سر! اب آپ کیا کہتے ہیں؟"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں تان جان کے مقابلے میں ناکام ہو جاؤں گا۔"

"ہاں سر! یہی بات ہے — اور میں یہ بات بغیر کسی بنیاد کے نہیں کر رہا۔"

"اور وہ بنیاد کیا ہے؟"

"لیڈی میڈیا خود اغوا ہونا چاہتی ہے۔" اکرام نے کہا۔

"کیا مطلب — یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"اس طرح اس کی شہرت کو آٹھ چاند لگ جائیں گے، چاند تو پہلے ہی لگے ہوئے ہیں۔"

"لیکن اس طرح وہ اس مقابلے میں شرکت نہیں کر سکے گی — ویسے پہلے یہ بتاؤ کہ یہ تمہارا اپنا خیال ہے — یا

لیڈی میڈیا کا خیال تم تک کسی نے پہنچایا ہے؟"

"یہ خالص میرا اپنا خیال ہے — میں کئی روز سے اس سارے مسئلے پر غور کرتا رہا ہوں۔"

"جب تک میں اس سے مل نہ لوں — میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ خود کیا چاہتی ہے — لہذا آؤ — ذرا اس سے مل آئیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"چلیے سر۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

دونوں باہر نکلے —

"سوال یہ ہے کہ اغوا کرانے والا کون ہے؟"

"اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔" اکرام نے منہ بنایا۔

"اگر ہمارے ملک میں یہ پروگرام ہی نہ ہو تو کیسا رہے گا اکرام؟"

"آپ — آپ بھلا پروگرام کو کس طرح رکوا سکتے ہیں؟" اکرام نے کہا۔

"اس طرح کہ میں یہ خبر اڑا دوں — پروگرام کے دوران بموں کے دھماکوں کا پروگرام بنا لیا گیا ہے۔"

"نہیں سر — اس خبر پر کوئی دھیان نہیں دے گا — اس لیے کہ غیر ملکی بم سکواڈ آئے ہوئے ہیں اور وہ اس سارے علاقے میں پہلے ہی سروے کر چکے ہیں اور ہر وقت کام

کر رہے ہیں۔"

"ہوں — ان کم بختوں نے اس قدر انتظامات کر رکھے ہیں تو پھر لیڈی میڈیا کی حفاظت کیوں نہیں کر سکتے؟"

"اس کی حفاظت کے لیے بھی تمام تر انتظامات کیے گئے ہیں، لیکن ہمارے آفیسرز ان غیرملکی انتظامات سے مطمئن نہیں ہیں — ان تمام تر انتظامات کے باوجود تان جان اسے اغوا کرے گا — جب تک کہ آپ اپنی ٹانگ نہ اڑائیں گے۔"

"میری ٹانگ تو اب بس اڑا ہی چاہتی ہے۔"

وہ اس ہوٹل کے سامنے رکے — جس میں لیڈی میڈیا کو ٹھہرایا گیا تھا — ہوٹل کے گرد پولیس کا زبردست پہرہ تھا — کچھ ملٹری پولیس بھی موجود تھی — انچارج پولیس آفیسر نے ان کے کارڈ دیکھ کر انھیں فوراً ہوٹل کے اندر پہنچا دیا، لیکن ہوٹل کا وہ حصہ جس میں لیڈی میڈیا اور اس کا عملہ ٹھہرا ہوا تھا — غیرملکی لوگوں کے گھیرے میں تھا —

"ان سے آپ خود نبٹ لیں سر۔" انچارج نے کہا۔

"ٹھیک ہے — آپ اپنی ڈیوٹی سنبھالیں۔"

انچارج چلا گیا — انسپکٹر جمشید نے اپنا کارڈ نکال کر ڈیوٹی پر موجود سب سے اگلے شخص کو دیا —

"یہ کیا ہے؟" اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"لیڈی میڈیا سے ہمارے بارے میں فون پر بات کر لیں — ذرا جلدی کریں۔"

"جلدی کریں — کیوں — کیا ہوا؟"

"اغوا کا پورا منصوبہ ترتیب دیا جا چکا ہے — اور حکومت نے یہ میری ذمے داری لگائی ہے کہ انھیں اغوا نہ ہونے دوں۔"

"ہم ابھی بات کرتے ہیں — ایک منٹ ٹھہریں۔"

انھوں نے فون پر بات کی اور پھر ان کی طرف مڑتے ہوئے کہا:

"لیڈی صاحبہ آپ سے فون پر بات کرنا چاہتی ہیں۔"

انسپکٹر جمشید نے فوراً ریسیور لے لیا اور بولے:

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں — آپ کو ہمارے محکمے کے آئی جی صاحب کا فون تو ملا ہوگا۔"

"ہاں! انھوں نے آپ کے بارے میں بتایا ہے — لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ وہی ہیں۔ ہو سکتا ہے، آپ، انسپکٹر جمشید نہ ہوں۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں — لیکن میں اب ثبوت کس طرح پیش کر سکتا ہوں۔" انھوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"ثبوت تو آپ کو پیش کرنا ہوگا اور یہ آپ کی
ذمے داری ہے، آپ اطمینان کرائیں - کہ آپ کون ہیں۔"
اس نے جلدی جلدی کہا۔
"آپ نے ٹھیک کہا — میں ایک لفظ آپ کو بتاتا
ہوں — وہ لفظ میرا کوڈ ہے - آپ آئی جی صاحب سے فون
کرکے صرف میرا کوئی کوڈ پوچھ لیں۔"
"یہ بہت اچھی ترکیب ہے - کوڈ بتائیں۔"
"مچھلی۔" انھوں نے کہا۔
"شکریہ - چند منٹ انتظار کریں، میں انھیں فون کرکے
پھر آپ سے بات کرتی ہوں۔"
"بہت خوب۔" انسپکٹر جمشید بولے۔
تین منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی:
"آپ آسکتے ہیں — ریسیور نگران کو دے دیں۔"
جلد ہی انھیں لیڈی میڈیا کے کمرے تک لے آیا
گیا — وہ دستک دے کر اندر داخل ہوئے — اندر لیڈی
میڈیا مسہری پر نیم دراز تھی — اردگرد کئی لڑکیاں موجود
تھیں — اس نے انھیں بغور دیکھتے ہوئے کہا:
"تو آپ ہیں انسپکٹر جمشید؟"
"جی ہاں! ہوں تو میں ہی۔" انسپکٹر جمشید نے قدرے

گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"آپ گھبرائے ہوئے کیوں ہیں؟"
"اس کمرے میں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں - اس قسم کے ماحول
میں میں گھبرا ہی جایا کرتا ہوں۔"
"کیا میں انھیں باہر بھیج دوں؟"
"جی نہیں - رہنے دیں - اور میری بات کا جواب دیں۔"
"ایک منٹ — آپ نے یہ نہیں بتایا — یہ کون ہیں؟" اس
نے اکرام کی طرف اشارہ کیا۔
"میرے اسسٹنٹ — سب انسپکٹر اکرام۔"
"کیا آپ کو ان پر پورا اعتماد ہے؟"
"اپنے سے زیادہ۔" وہ مسکرائے۔
"ہاں! اب پوچھیے - آپ کیا پوچھ رہے تھے؟"
"آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ
لیڈی میڈیا ہیں۔"
"کیا!!!" وہ چلّا اٹھی۔
"جی ہاں! آپ اگر مجھ سے یہ پوچھ سکتی ہیں کہ میرے
پاس کیا ثبوت ہے کہ میں انسپکٹر جمشید ہوں، تو آپ سے
کیوں نہیں پوچھا جا سکتا۔"
"میرے بارے میں یہ سوال فضول ہے - یہ اتنے سارے

انتظامات کیا بلا وجہ کیے گئے ہیں۔"

"یہ انتظامات لیڈی میڈیا کے لیے کیے گئے ہیں۔ اب ان لوگوں کو کیا معلوم کہ اندر لیڈی میڈیا ہے بھی یا نہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اتنی عجیب بات آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کی۔"

"چلیے آج تو کسی نے کر لی۔ آپ مہربانی فرما کر ثبوت پیش کریں کہ آپ لیڈی میڈیا ہیں۔"

"افسوس! میں صرف اپنے کاغذات پیش کر سکتی ہوں۔"

"چلیے ٹھیک ہے، کاغذات ہی پیش کریں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

لیڈی میڈیا نے کمرے میں موجود ایک لڑکی کو اشارہ کیا۔ وہ اٹھی۔ سرہانے کے ساتھ دیوار میں نصب سیف کھول کر اس سے کاغذات کی ایک فائل نکالی اور انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دی۔

انھوں نے ایک ایک کاغذ کو بغور دیکھا، پھر ایک سادہ کاغذ لیڈی میڈیا کی طرف بڑھا دیا:

"اس پر دستخط کر دیں۔"

"گویا آپ کو یہ یقین آ گیا ہے کہ کاغذات اصلی ہیں۔"

"ہاں! ان کاغذات کے نقلی ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نقلی ہو سکتی ہیں، یہ نہیں۔"

"شکریہ! ایک بات تو طے ہوئی۔" اس نے مسکرا کر کہا اور کاغذ پر دستخط کر دیے۔

انھوں نے کاغذات پر کیے گئے دستخطوں کو اس سے ملا کر دیکھا۔ دونوں دستخط بالکل ایک جیسے تھے۔ انسپکٹر جمشید بولے:

"میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ ہی اصلی لیڈی میڈیا ہیں۔"

"یہ جان کر خوشی ہوئی۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"اب فرمائیے۔ آپ کے خیال میں آپ کو اغوا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے؟"

"سو فی صد ٹھیک۔"

"اور آپ چاہتی ہیں، آپ کو اغوا نہ کیا جا سکے۔ تاکہ آپ دنیا کی سب سے زیادہ مال دار عورت بن جائیں۔" انھوں نے کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"شکریہ! آپ کو بھلا کون اغوا کرنے کی کوشش کر سکتا ہے؟"

"نمبر دو پر اس وقت لیڈی جوزا ہے۔ اگر میں مقابلے میں حصہ نہیں لیتی تو پھر لیڈی جوزا اول آ جائے گی اور دنیا کی

مال دار ترین عورت بھی وہ بن جائے گی۔"

"اور آپ ایسا نہیں چاہتیں۔"

"ہاں!" اس نے کہا۔

"تب پھر اس کی صرف اور صرف ایک صورت ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ میرے ساتھ میرے گھر چلے چلیں، یہاں میں آپ کی حفاظت شاید نہ کر سکوں۔ اور باہر جتنے نگران ہیں، وہ تو کسی صورت بھی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔"

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ پولیس انچارج نے تو مجھے پورا اطمینان دلایا ہوا ہے۔"

"ان کے اطمینان دلانے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ تو اطمینان دلاتے ہی رہتے ہیں۔ آپ جلد فیصلہ کریں۔"

"اگر اس کی صرف یہی صورت ہے تو میں چلوں گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔" وہ بولے۔

"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مجھے راستے میں سے اغوا کرنے کی کوشش کی جائے۔"

"آپ یہ سب مجھ پر چھوڑ دیں۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے اکرام کو اشارہ کیا، وہ فون پر جٹ گیا۔ جلد ہی ہوٹل جان سے لے کر انسپکٹر جمشید کے گھر کا راستہ سادہ لباس والوں کے نرغے میں تھا اور پھر انسپکٹر جمشید لیڈی میڈیا کو اپنی خاص کار میں لے کر نکلے۔ یہ کار نہ صرف بم پروف تھی۔ بلکہ اس میں اور بھی کچھ چیزیں نصب تھیں اور اس کار کے نزدیک تک آنا خطرناک تھا۔

اس طرح لیڈی میڈیا ہوٹل سے ان کے ساتھ جانے کے لیے روانہ ہوئی۔

"اس سے پہلے کہ آپ گھر پہنچیں۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے گھر میں میرے علاوہ میری بیگم ہوتی ہیں۔ میرے تین بچے ہیں، ان کے نام محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔ امید ہے، وہ آپ کو بور نہیں ہونے دیں گے۔ میں تو آپ کو گھر پہنچا کر چلا آؤں گا۔"

"کیا مطلب۔ آپ گھر میں نہیں رہیں گے؟"

"نہیں۔ مجھے اس شخص کو گرفتار کرنا ہے۔ جو آپ کو اغوا کرانا چاہتا ہے۔ جب تک وہ گرفتار نہیں ہو جاتا۔ آپ بدستور خطرے میں رہیں گی۔"

"لیکن جب آپ گھر میں نہیں ہوں گے تو پھر میری

حفاظت کس طرح ہو سکے گی"؟ اس نے گھبرا کر کہا۔

"آپ اس بات کو چھوڑیں — یہ ہمارا کام ہے اور آپ کو ہمارے بارے میں دراصل کچھ بھی نہیں معلوم"۔ انھوں مسکرا کر کہا۔

"یہ تو خیر بالکل ٹھیک ہے کہ مجھے آپ کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں، لیکن جب آئی جی صاحب نے آپ کو میری حفاظت کے لیے مقرر کیا ہے تو ضرور اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ خاص آدمی ہیں"۔

"خاص واص تو خیر میں نہیں ہوں — عام سا آدمی ہوں" انھوں نے کہا۔

"گویا گھر میں میں آپ کے تینوں بچوں اور آپ کی مسز کے ساتھ رہوں گی"؟

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"اور گھر کے باہر پولیس موجود رہے گی"؟

"پولیس نہیں — میرے کچھ خاص ماتحت"۔

"خیر — یہ آپ کا کام ہے — پروگرام کے وقت آپ کیا کریں گے"؟

"جس طرح ہم یہاں تک آئے ہیں — اسی طرح آپ کو پروگرام کی جگہ تک پہنچایا جائے گا اور آپ اپنا پروگرام

پیش کر سکیں گی"۔

"اُف — کتنا مزا آئے گا — جب میں یہ مقابلہ جیتوں گی"۔ لیڈی میڈیا بولی۔

"کیا آپ کو اس مقابلے میں اپنی جیت کا پورا یقین ہے"؟

"سو فی صد سے کہیں زیادہ یقین ہے"۔

"گویا باقی لوگوں کو بھی آپ کی جیت کا اتنا ہی یقین ہو گا"؟

"بالکل! اس لیے کہ وہ جانتے ہیں، کون کتنے پانی میں ہے"۔

"اس کا مطلب ہے، آپ کو ہرانے کا صرف اور صرف یہ طریقہ ہے کہ آپ کو اغوا کر لیا جائے"۔

"بالکل"۔

"لیکن کیوں — آپ بعد میں دعویٰ کر سکتی ہیں کہ مقابلہ پھر کرایا جائے، آپ کو اغوا کر لیا گیا تھا"۔

"جی نہیں — مقابلے کی پہلی شرط یہی ہے کہ مقابلے میں فنکار موجود ہوں — جو فنکار کسی بھی وجہ سے موجود نہیں ہوں گے — نہ تو انھیں بعد میں مقابلے کا موقع دیا جائے گا — نہ انھیں کسی انعام کا حق دار سمجھا جائے گا — مقابلے میں حاضر ہونا فنکار کی ذمے داری ہے"۔

"ہوں اچھا — ایک بات اور — محمود، فاروق اور فرزانہ ذرا

شوخ واقع ہوئے ہیں ۔ وہ بدتمیزی تو نہیں کریں گے ۔ ہاں،
شوخی ضرور دکھائیں گے ۔ اُمید ہے، آپ بُرا نہیں مانیں گی۔"

"نہیں نہیں ۔ آپ فکر نہ کریں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

اسی وقت وہ گھر کے سامنے پہنچ گئے ۔ انسپکٹر جمشید نے
ہارن دیا ۔ ان کا مخصوص ہارن سُن کر بیگم جمشید نے دروازہ کھول
دیا اور پھر انسپکٹر جمشید کو کسی عورت کے ساتھ دیکھ کر حیران رہ
گئیں ۔ ان کے چہرے پر حیرت دیکھ کر انسپکٹر جمشید مسکرائے
اور بولے :

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں ۔ یہ ہماری مہمان ہیں۔"

"اوہو اچھا۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"ان کا نام لیڈی میڈیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" بیگم جمشید اچھل پڑیں۔

"اس کا مطلب ہے، تم اخبارات میں ان کے بارے میں
سب کچھ پڑھ چکی ہے۔"

"ہاں! ان کے اغوا کر لیے جانے کے امکانات کی خبروں
سے تو اخبار بھرا پڑا ہے۔"

"اسی لیے میں انھیں یہاں لے آیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"تاکہ انھیں اغوا نہ کیا جا سکے۔"

"اوہ!" بیگم جمشید کے منہ سے نکلا۔

ساتھ ہی انسپکٹر جمشید کی نظر ایک پیکٹ پر پڑی ۔ انھوں
نے فوراً پوچھا :

"یہ پیکٹ کیسا ہے؟"

"کیوں ۔ کیا یہ آپ نے نہیں بھیجا تھا۔" بیگم جمشید دھک
سے رہ گئیں ۔

انسپکٹر جمشید بھی اچھل پڑے ۔

غلط عورت

"ہیلو! تم آگئے۔" وہی آواز سنائی دی۔

"ہاں سر — میں آگیا — اور آپ کی اس عورت کو بھی اغوا کرکے لے آیا ہوں — یہ چیک کر لیں — آپ جس کام کو مشکل ترین کام کہہ رہے تھے، وہ کام میرے لیے کچھ زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔"

"اپنا اپنا کام ہے بھئی۔"

"آپ اچھی طرح دیکھ لیں، پھر یہ نہ کہہ دیں کہ یہ تو وہ عورت نہیں ہے۔"

"اچھی بات ہے — اوہو، یہ تو بے ہوش ہے۔"

"ہاں! بے ہوش کرکے نہ لاتا تو اور زیادہ خطرات مول لینا پڑتے۔"

"اچھی بات ہے — میں بس اس کے چہرے کا جائزہ لے لوں — کہیں یہ میک اپ میں اور کوئی عورت نہ ہو۔"

"کیا اس بات کا بھی امکان ہے سر؟"

"ہاں بھئی — بالکل امکان ہے۔"

"تب پھر آپ کو یہ بات پہلے بتا دینا چاہیے تھی — اب اگر یہ کوئی اور عورت نکل آئی تو میری ساری محنت برباد ہو جائے گی اور نئے سرے سے پھر محنت کرنا ہو گی۔"

"ہاں! مجھ سے غلطی ہو گئی — لیکن خیر، اگر تمہیں نئے سرے سے محنت کرنا پڑی تو میں پچاس ہزار اور دوں گا، کیونکہ یہ غلطی میری ہے۔"

"بہت خوب — تب تو یہ بے شک غلط عورت نکل آئے۔" ہنس کر کہا گیا۔

چند منٹ تک خاموشی طاری رہی، پھر آواز ابھری:

"یہ بالکل ٹھیک عورت ہے — اب تم جاؤ، میں نہیں چاہتا، ہوش میں آنے پر یہ تمہیں دیکھے۔"

"اچھی بات ہے — میں آپ کی طرف سے اس قسم کے اور کام کا انتظار کروں گا۔"

"ہاں ہاں کر لینا انتظار — جاؤ۔"

قدموں کی آواز ابھری — تھوڑی دیر بعد ایک کراہ سنائی دی —

"اوہو — محترمہ آپ کو ہوش آ رہا ہے۔" شیطانی ذہن

کا مالک چونک اٹھا — پھر عورت کو اُٹھتے دیکھ کر اس کے نزدیک آ گیا —

" تم — میں — میں کہاں ہوں ؟" عورت نے گھبرا کر کہا۔

" آپ یہاں ہیں میرے پاس — محترمہ " اس نے کہا۔ عورت نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور بولی :

" تت — تم — کون ہو تم ؟"

" آپ کو نہیں معلوم کہ میں کون ہوں ، لیکن میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں "

" لیکن میں یہاں کیسے پہنچ گئی — میں تو اپنے گھر میں سو رہی تھی اور میرے گھر کے تمام دروازے بند تھے — بلکہ باہر شکاری "کتے" بھی کھلے پھر رہے تھے ، ان کی موجودگی میں مجھے یہاں کون اور کیسے لے آیا ؟"

" اتنے سے کام کے لیے میں نے پچاس ہزار روپے خرچ کیے ہیں — وہ شخص اغوا کا بہت بڑا ماہر ہے "

" کک — کون — آپ کس کی بات کر رہے ہیں " اس نے چونک کر کہا۔

" ہے ایک شخص — اغوا کرنے کا ماہر — پیسے دے کر اس سے جسے چاہو ، اغوا کرا لو "

" عجیب آدمی ہے وہ — یعنی صرف دولت کے لیے

دوسروں کو اغوا کرتا ہے "

" ایسے عجیب لوگ تو پوری دُنیا میں بھرے پڑے ہیں ، اس میں عجیب بات کیا ہے "

" سوال یہ ہے کہ آپ کون ہیں اور مجھے اغوا کیوں کرایا گیا ہے ؟"

" یہی باتیں بتانے کے لیے تو آپ کو اغوا کرایا ہے " اس نے ہنس کر کہا۔

" کیا مطلب ؟"

" مطلب یہ کہ یہ باتیں نہیں بتاؤں گا تو اپنا مقصد کس طرح حاصل کر سکوں گا "

" ہوں — ٹھیک ہے — بتائیں پھر "

" کیا آپ ایک کروڑ روپے کمانا چاہتی ہیں ؟"

" ایک کروڑ روپے — بھلا اتنی بڑی رقم کوئی کیوں نہ کمانا چاہے گا ، لیکن میں جُرم کا راستا اختیار ہرگز نہیں کروں گی "

" جرم کا راستا اختیار کیے بغیر کوئی آدمی بیٹھے بٹھائے ایک کروڑ روپے نہیں کما سکتا — بلکہ جائز طریقے سے تو شاید وہ ساری زندگی نہ کما سکے "

" خیر — یہ تو نہیں کہا جا سکتا — تجارت ایسا پیشہ ہے —

جس میں بیٹھے بٹھائے کچھ بھی آدمی کما سکتا ہے ، اگر قسمت
اس کا ساتھ دے۔"

"میں بحث نہیں کروں گا — تو آپ ایک کروڑ نہیں
کمانا چاہتیں؟"

"نہیں — جرم کے ذریعے نہیں — کیونکہ جرم چھپ نہیں
سکتا — کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو کر رہتا ہے اور ایسی
صورت میں جب آدمی جیل میں زندگی گزارتا ہے تو پھر
اسے وہ ایک کروڑ بالکل فضول لگتا ہے۔"

"باتیں تو آپ بہت پتے کی کر رہی ہیں ، لیکن مجھے
افسوس ہے — آپ کو یہ کام کرنا ہی پڑے گا۔"

"کیا مطلب — نہ چاہنے کے باوجود کس طرح کرنا پڑے گا؟"

"آپ میرا کام کرنے پر مجبور ہیں۔"

"آخر کیسے؟"

"آپ کے بیٹے کا نام فرحان ہے — اور آپ اس سے
بہت محبت کرتی ہیں۔"

"کیا مطلب — میرا بیٹا کہاں ہے؟"

"ابھی تو اپنے گھر میں ہے — لیکن اگر آپ نے میرا
کہنا نہ مانا تو پھر وہ بھی یہاں ہوگا — دوسرے کمرے میں
اس کی چیخیں آپ سُن رہی ہوں گی — تو میرا کام کرنے پر

تیار ہو جائیں گی ، کیونکہ وہ چیخیں خوشی کی نہیں ہوں گی۔"

"نہیں — تم ایسا نہیں کر سکتے۔" اس عورت نے غرا
کر کہا۔

"سوال یہ ہے کہ میں ایسا کیوں نہیں کر سکتا؟"

"جواب یہ ہے کہ ..." وہ کچھ جواب نہ دے سکی۔

"اب کیا جواب ہے تمہارا؟" ہنس کر کہا گیا۔

"کام کی نوعیت بتاؤ۔" اس نے جھلا کر کہا۔

آواز حد درجے دھیمی ہو گئی — پانچ منٹ تک وہ تفصیلات
بتاتا رہا ، آخر خاموش ہو گیا۔

"اُف اللہ! تم مجھ سے یہ کام لینا چاہتے ہو — نہیں نہیں —
یہ میں ہرگز نہیں کروں گی ، چاہے کچھ ہو جائے۔"

"چاہے دوسرے کمرے میں بیٹے کی چیخیں سُن سُن کر تم
نڈھال کیوں نہ ہو جاؤ۔"

"ہاں! نڈھال کیوں نہ ہو جاؤں۔"

"ایسا کہنا بہت آسان ہے — جب چیخیں کانوں میں گونجیں
گی ، اس وقت حال پوچھوں گا — اب انتظار کرو — کل
کا — کل جب تمہارا بیٹا یہاں ہو گا۔" اس کا لہجہ سرد
ہو گیا۔

"خدا کے لیے رحم کرو۔"

"تو تم مجھ پر رحم کرو — میرا سارا منصوبہ چوپٹ نہ کرو۔"

"اُف! میں کیا کروں؟"

"میرے کہنے پر عمل۔"

"اور بعد میں جیل جاؤں — کیوں؟"

"نہیں — کسی کو اس جرم کا اندازہ نہیں ہو سکے گا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — پولیس والے بڑے کائیاں ہوتے ہیں — اور پھر اس کیس پر تو خاص لوگ مقرر کیے جائیں گے۔"

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے — انکار سُننے کی صورت میں میں تو اس شخص کو پھر بلا لوں گا — پچاس ہزار روپے اسے پھر دے دوں گا اور وہ تمہارے بیٹے کو اٹھا لائے گا۔"

"ن — نہیں۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"ہاں یا نہ میں جواب دو۔"

وہ سوچ میں گم ہو گئی، پھر اس نے چونک کر کہا:

"نہیں۔"

"کیا مطلب — کیا تم نے انکار کیا ہے؟"

"ہاں! میں یہ کام نہیں کروں گی۔"

"او کے۔" اس نے کہا اور فون پر جھک گیا — اس نے جلدی جلدی کسی کے نمبر ملائے — دُوسری طرف کی آواز

سُنتے ہی اُس نے کہا:

"تم نے ابھی ابھی کہا تھا نا — کہ میری طرف سے کسی ایسے ہی کام کا انتظار کرو گے۔"

"ہاں سر۔" دُوسری طرف سے چہک کر کہا گیا۔

"تو پھر سمجھ لو — تمہارا انتظار ختم ہو گیا — اور یہ کام پہلے کی نسبت آسان بھی ثابت ہو گا۔"

"کیا میں آؤں؟"

"نہیں، اب تو تمہیں آنے کی بھی ضرورت نہیں — اسی گھر سے اس عورت کے بیٹے فرحان کو اٹھا کر لانا ہے۔"

"بہت خوب — کیا اس کے اور بھی بیٹے ہیں — کیونکہ ایسا نہ ہو، میں کسی اور بیٹے کو لے آؤں۔"

"نہیں — اس کا ایک ہی بیٹا ہے۔"

"بس تو پھر — یہ کام سمجھ لیں ہو گیا۔"

"معاوضہ بعد میں مل جائے گا۔"

"اوہ! اس کی کوئی بات نہیں — وہ تو مل ہی جاتا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا اور اس نے ریسیور رکھ دیا — پھر عورت کی طرف مڑا:

"اب تمہارا بیٹا بہت جلد یہاں ہو گا — اُس وقت میں تم سے بات کروں گا — اِس وقت تم ہاں کرنے پر

تیار نہیں ہو۔"

"کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

"گویا تم اپنے بیٹے کو جان سے مروا دو گی اور کام نہیں کرو گی۔"

"کیا کہا – تت – تو تم اسے جان سے مار ڈالو گے؟"

"اگر تم نے انکار کیا تو ایسا بھی کر گزروں گا۔"

"اُف مالک – میں کیا کروں؟"

"میرا کہا مانو۔"

"تم مالک نہیں ہو – میں اپنے اللہ سے مخاطب ہوں۔"

"ساری زندگی میں اللہ کو شاید ایک بار بھی یاد نہ کیا ہو – آج اللہ یاد آ گیا۔"

"یہ بھی بڑی بات ہے، وہ یاد تو آ رہا ہے۔" عورت نے کہا –

"تو پھر اچھی طرح یاد کرو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ کمرے سے نکل گیا اور دروازہ بند ہو گیا – اس نے اٹھ کر دروازہ کھولنے کے لیے زور لگایا، لیکن دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا – فرار ہونے کا اور کوئی راستا نظر نہ آیا تو وہ تھک ہار کر بیٹھ گئی –

کئی گھنٹے بعد دروازہ پھر کھلا اور وہ اندر داخل ہوا –

اس کے شیطانی چہرے پر شیطانی مسکراہٹ ناچ رہی تھی:

"تمھارا بیٹا دوسرے کمرے میں موجود ہے – لیکن شاید تم یقین نہ کرو – لو – پہلے اس کی ایک جھلک دیکھ لو۔" یہ کہ کر اس نے دیوار پر ایک جگہ ہاتھ رکھا – کمرے میں ایک چوکور خلا نمودار ہو گیا –

"نن – نہیں – نہیں۔" وہ چلا اٹھی۔

"ممی – یہ – یہ تو میری ممی کی آواز ہے – آپ کہاں ہیں ممی؟" اس نے بیٹے کی آواز سنی – وہ دوسرے کمرے کے فرش پر پڑا تھا –

"مم – میں یہاں ہوں میرے بچے۔"

بیٹے نے دیوار کی طرف دیکھا اور پھر اٹھ کر اس چوکور خلا کی طرف آیا –

"یہ کیا – آپ اس کمرے میں اور میں اس کمرے میں – یہ سب چکر کیا ہے – ہم اپنے گھر سے یہاں کس طرح آ گئے ہیں؟"

"ہمیں اغوا کیا گیا ہے بیٹے۔"

"لیکن کیوں؟"

"یہ لوگ مجھ سے ایک جرم کرانا چاہتے ہیں – اور میں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی جرم کیا نہیں – میں جیل جانے سے بہت ڈرتی ہوں – اب یہ تمھیں یہاں لائے ہیں – تاکہ

تم پر ظلم کریں اور میں برداشت نہ کر سکوں اور ان کی بات مان لوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ۔" لڑکے کی کمر پر ایک کوڑا لگا اور اس کی قمیص ادھڑ گئی —

"نہیں۔" ماں پوری قوت سے چلائی اور بولی:

"میں — میں کروں گی — جو تم کہو گے — وہ کروں گی۔"

درگت

انسپکٹر جمشید فوراً باہر کی طرف دوڑ پڑے:

"آپ دونوں بھی باہر آ جائیں — جلدی۔"

تینوں باہر آ گئے — انھوں نے بیگم شیرازی کو بھی باہر نکال لیا:

"خیر تو ہے؟"

"اندر ایک ایسا پیکٹ موجود ہے — جو میں نے نہیں بھیجا، لیکن بیگم کا کہنا ہے کہ میں نے بھیجا ہے — اتنی بات سنتے ہی میں باہر آ گیا — اور اب بم ڈسپوزل کے عملے کو فون کر رہا ہوں — پھر کوئی اور بات کروں گا۔"

انھوں نے بلا کی رفتار سے کہا اور فون کرنے لگے — پھر بیگم کی طرف مڑے:

"ہاں! اب بتاؤ — کون دے گیا یہ پیکٹ؟"

"آپ کا چپراسی — بابا فضل۔"

"ارے بابا فضل — وہ تو دو دن کی چھٹی پر ہے — میں اسے کس طرح بھیج سکتا تھا — اور ویسے بھی میں دفتر کے کسی آدمی کے ہاتھ دفتر کی چیز تو گھر بھیج سکتا ہوں — کوئی ذاتی کام کبھی نہیں لیتا۔"

"میں نے بھی اس پیکٹ کو دفتر کی چیز ہی خیال کیا تھا۔" بیگم جمشید بولیں۔

وہ اب کافی دور کھڑے ہوئے تھے:

"اور چپراسی بابا فضل کی آواز پر غور نہیں کیا تم نے؟"

"غور — نہیں تو — غور کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی — نہ میں نے ان کی شکل دیکھی — دراصل میرا ذہن اس وقت لیڈی میڈیا کی خبروں میں الجھا ہوا تھا۔"

"تو پھر اب لیڈی میڈیا تمھارے سامنے کھڑی ہیں — ذہن کو جتنا چاہو — سلجھا لو یا الجھا لو۔" انھوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"مجھے افسوس ہے۔" انھوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"اوہ — نہیں — کوئی بات نہیں — اس میں تمھارا کوئی قصور نہیں — مجھے بلاوجہ غصہ آ گیا — اگر بم پھٹ بھی گیا تو کیا ہے — زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ گھر تباہ ہو جائے گا — کوئی پروا نہیں — گھر میں موجود سرکاری کاغذ کبھی بھی تباہ نہیں ہو سکیں گے — سوال تو یہ ہے کہ کسی کو ایسا

کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی — اوہو — گگ — کہیں یہ لیڈی میڈیا کو راستے سے ہٹانے کا چکر تو نہیں ہے۔"

"ارے باپ رے۔" لیڈی میڈیا چلائی۔

"نہیں — یہ بات نہیں ہو سکتی۔"

"بھلا کیوں نہیں ہو سکتی؟"

"اس لیے کہ — میں کسی کو بتا کر نہیں گیا تھا کہ میں لیڈی میڈیا کو یہاں لے کر آؤں گا — نہ میرا یہ پروگرام تھا — یہ تو ان سے ملاقات کرنے کے بعد ہی بنا تھا۔ جب کہ ہمارے یہاں آنے سے پہلے ہی یہ پیکٹ بھیج دیا گیا — اگر یہ صرف لیڈی میڈیا کے لیے بھیجا جاتا تو پھر ان کے یہاں آنے کے بعد بھیجا جا سکتا تھا — تاکہ معاملہ یقینی ہوتا۔"

"تب پھر کوئی ہم سے دشمنی پر اتر آیا ہے۔" بیگم جمشید نے کہا۔

"ہم سے دشمنی پر تو لوگ اترے ہی رہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

آخر بم ڈسپوزل والے آ گئے — ساتھ میں اکرام بھی وہاں پہنچ گیا — انسپکٹر جمشید نے بم ڈسپوزل کے عملے کو ہدایات دیں کہ بم کو بے کار بنانا ہے — اور اگر وہ ٹائم بم

ہے — تو اس کے پھٹنے کا وقت نوٹ کر لیں — یہ ہدایات
دے کر وہ اکرام کی طرف مڑے :

" اکرام ! تم سادہ لباس والے چاروں طرف پھیلا دو ،
میں خطرے کی بُو محسوس کر رہا ہوں۔"

" او کے سر۔" اس نے کہا اور اپنے انتظامات میں
مصروف ہو گیا۔

بم ڈسپوزل عملہ گھر میں داخل ہو گیا — ان کے جسموں
پر بم پروف لباس تھے — لہٰذا وہ بلا کھٹکے اندر داخل
ہو گئے — انھوں نے بیس منٹ لگائے ، پھر وہ باہر
آ گئے — ان کے چہرے سفید تھے —

" خیر تو ہے ؟"

" جس وقت ہم داخل ہوئے ہیں ، بم اس کے صرف
ایک منٹ بعد پھٹنا تھا — گویا ہم ایک منٹ پہلے اندر
داخل ہو گئے — ورنہ ..."

" ورنہ کیا ؟"

" بم اس قدر طاقت ور تھا کہ کیا بتاؤں — صرف آپ
کا مکان نہیں — آس پاس کے کئی مکانات کو شدید
نقصان پہنچتا۔"

" اوہ !" وہ دھک سے رہ گئے۔

" اللہ کا شکر ہے — وقت پر سارا کام ہو گیا۔"

" پیکٹ پر سے انگلیوں کے نشانات بھی نہ اٹھائے جا سکے۔"

انسپکٹر جمشید بڑبڑائے —

" ایسے میں تو جناب — صرف اور صرف بم کا خیال رہ
جاتا ہے۔"

" ہاں ! آپ ٹھیک کہتے ہیں — اوہو — یہ محمود ، فاروق
اور فرزانہ کہاں رہ گئے ؟"

" ایک دوست کے ہاں گئے ہیں — دوست کی بہن
بھی دراصل فرزانہ کی سہیلی ہے — لہٰذا تینوں کو ہی سکول
سے ادھر چلے جانا تھا اور یہ پروگرام انھوں نے مجھے
پہلے ہی بتا دیا تھا — بلکہ اجازت لی تھی۔"

" اچھی بات ہے — آ جائیں گے تب تو۔"

عین اسی وقت اکرام دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا :

" آپ ابھی مکان کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔"

" کیوں ! اب کیا ہے ؟"

" میرا خیال ہے — اس بارے میں کوئی گہری چال چلی
گئی ہے ، ایک طرف طاقت ور ٹائم بم مکان میں داخل
کیا گیا ، دوسری طرف کچھ اور بھی چیزیں نصب کی گئی ہیں۔
میں نے ایک جگہ تاروں کا جال سا پھیلا ہوا دیکھا ہے۔"

"اوہو اچھا — آؤ دیکھتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ نہیں — وہاں بھی بم ڈسپوزل عملہ جائے گا۔" اکرام نے انھیں روک دیا۔

جلد ہی انھیں معلوم ہو گیا کہ گھر کے چاروں طرف مختلف آلات نصب کر دیے گئے تھے — ان آلات کے ذریعے گھر کے اندر ہونے والی گفت گو بیگم شیرازی کے مکان میں بیٹھ کر بخوبی سنی جا سکتی تھی — اب ان کی نظریں بیگم شیرازی پر جم گئیں — انھوں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا:

"خدا کے لیے مجھے گھوریں نہ — میرا کوئی قصور نہیں ہے — دو الیکٹریشن ضرور آئے تھے — اور انھوں نے بتایا تھا کہ وہ ہر مکان کی وائرنگ چیک کرتے پھر رہے ہیں — گورنمنٹ کا آرڈر ہے، کیونکہ کئی مکانات کو بجلی کے تاروں کی خرابی کی وجہ سے آگ لگ چکی ہے — حال ہی میں جو زبردست بارشیں ہوئی ہیں نا — ان بارشوں نے بہت سے مکانات کی وائرنگ خراب کر دی ہے، ان کی بات سن کر میں نے انھیں اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی، خود میں باورچی خانے میں چلی گئی — انھوں نے آدھ گھنٹے تک کام کیا تھا اور پھر چلے گئے تھے۔"

"تب پھر وہ یہی کام کرنے آئے تھے اور ضرورت کے

وقت وہ آپ کے مکان پر قابض ہو کر ہمارے گھر ہونے والی ساری گفت گو سنتے — ہو سکتا ہے، پہلے ان کا پروگرام یہ رہا ہو، لیکن بعد میں ٹائم بم والا پروگرام بن گیا ہو۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے — نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔"

"تک — کہیں یہ سب مجھے ٹھکانے لگانے کے لیے تو نہیں کیا جا رہا؟" لیڈی میڈیا بولی۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"آپ تو مجھے یہاں بہت اعتماد سے لائے تھے، لیکن میرے خیال میں تو یہ جگہ محفوظ نہیں ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں — میں آپ کو اب یہاں نہیں رکھوں گا — اپنے ایک خفیہ ٹھکانے پر رکھوں گا اور وہاں کسی کا خیال تک نہیں جا سکے گا۔"

"بہت بہت شکریہ — اور آپ کو اس وقت تک میری حفاظت کرنا ہو گی جب تک کہ یہ پروگرام نہیں ہو جاتا۔"

"ہاں! آپ فکر نہ کریں، یہ میری ڈیوٹی ہے — آپ کو کچھ نہیں ہو گا، ان شاء اللہ!" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

گھر کو تمام چیزوں سے صاف کرنے کے بعد انسپکٹر جمشید اور اکرام لیڈی میڈیا کو لے کر اپنے خفیہ ٹھکانے پر

پہنچے اور اسے وہاں چھوڑ کر واپس ہونے لگے تو لیڈی میڈیا خوف زدہ ہو گئی:

"تت — تو کیا میں یہاں تنہا رہوں گی؟"

"یہ مکان بم پروف ہے — اگر آپ اس کمرے کا دروازہ نہیں کھولیں گی تو باہر سے حملہ کرنے والا آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا — بس آپ دروازہ نہ کھولیے گا۔"

"لیکن پھر بھی — مجھے اکیلے ڈر لگے گا۔"

"اس عمارت کے چاروں طرف سادہ لباس والے مقرر ہیں — جو کسی حملہ کو یوں بھی پاس نہیں پھٹکنے دیں گے۔" انھوں نے کہا۔

"اس کے باوجود میں چاہتی ہوں — یہاں میرے ساتھ کوئی ہو۔"

"اچھی بات ہے — محمود، فاروق اور فرزانہ آپ کے ساتھ رہیں گے۔"

"آپ کے بچے؟"

"ہاں میرے بچے — آپ کو بالکل بور نہیں ہونے دیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن خطرے کے وقت بچے بھلا میرے کیا کام آ سکیں گے؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اوّل تو یہاں ایسی کوئی صورت پیش نہیں آئے گی، دوسرے وہ ایسے بچے نہیں ہیں جو آپ کے کام نہ آ سکیں۔"

"اچھی بات ہے — یونہی سہی۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے گھر فون کیا — محمود، فاروق اور فرزانہ اب بھی نہیں لوٹے تھے — اب انھوں نے بیگم سے ان کے دوست کے گھر کے نمبر معلوم کیے اور وہاں فون کیا — جلد ہی انھیں محمود کی آواز سنائی دی:

"تم تینوں ٹھکانہ نمبر ایک چلے آؤ۔"

یہ کہتے ہی انھوں نے ریسیور رکھ دیا:

"لیجیے — وہ آ رہے ہیں۔"

"نہ جانے کیا بات ہے — میں کچھ پریشانی محسوس کر رہی ہوں۔"

"ٹائم بم والے معاملے کی وجہ سے — اور کوئی بات نہیں، لیکن آپ کو فکر مند نہیں ہونا چاہیے — اب آپ واقعی بہت محفوظ جگہ پر ہیں۔"

"اچھا خیر — کیا آپ یہاں اکثر آتے رہتے ہیں؟"

"اکثر تو نہیں — مہینے میں ایک دو مرتبہ تو آنا پڑ جاتا ہو گا۔"

آدھ گھنٹے بعد دروازے کی گھنٹی بجی:

" آ گئے " ان کے منہ سے نکلا ، اکرام نے اُٹھ کر دروازہ
کھول دیا۔

" اسلامُ علیکم ۔ اوہو ۔ یہ ۔ یہ تو لیڈی میڈیا ہیں ۔ کمال
ہے " فرزانہ نے چونک کر کہا۔

" کیوں ! اس میں کمال کی کیا بات ہے؟"

" پورا اخبار ان سے بھرا پڑا ہے ۔ شہر میں ہل چل ہے
لوگ ان سے پروگرام سے پہلے ملنے کے لیے بے چین ہیں اور
انھیں ہر طرف تلاش کرتے پھر رہے ہیں ۔۔ اور یہ یہاں
بیٹھی ہیں "

" تمھیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں ؟ انسپکٹر جمشید نے حیران
ہو کر پوچھا۔

" ہمارے دوستوں نے بتائی ہیں "

" ہوں ۔ اب تمھیں ان کے ساتھ رہنا ہے ۔ اس وقت
تک ۔ جب تک کہ پروگرام کا وقت نہیں ہو جاتا " انھوں نے
روانی کے عالم میں کہا۔

" لیکن کیوں ۔ آپ نے انھیں شہر میں کیوں نہیں رکھا؟"

انھوں نے ساری بات بتا دی :

" ارے باپ رے ۔ یہ بات تو خطرناک ہے "

" اسی لیے تو یہ پریشان ہیں "

" لیکن انھیں یہاں تو کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا "

" ہاں ! میں نے سمجھا دیا ہے ۔ بس یہ تنہائی سے گھبرا رہی
تھیں ۔ میں نے تم لوگوں کو بلا لیا "

" آپ نے اچھا کیا ۔ تنہائی کا احساس تو ان کے پاس
تک نہیں پھٹکے گا "

" اب ہم چلتے ہیں ۔ پروگرام کے دوسرے معاملات
کو دیکھنا ہے ۔ وہاں بھی تو ٹائم بم وغیرہ رکھنے کی کوشش
کی جا سکتی ہے "

" ہوں ۔ ٹھیک ہے ۔ آپ جائیں "

ان کے جانے کے بعد چند سیکنڈ تک خاموشی رہی ، پھر
فرزانہ نے کہا :

" سب خاموش ہو گئے ۔ خیر تو ہے؟"

" سب میں تم بھی تو شامل ہو ۔ تم الگ تو نہیں ہو "
فاروق نے جل کر کہا۔

" لیکن میں تو بول پڑی ہوں " فرزانہ مسکرائی۔

" بول پڑنے کی بھی ایک ہی کہی ۔ یوں تو فاروق بھی
بول پڑا ہے ۔ اور اب تو میں بھی بول رہا ہوں " محمود بولا۔

" کیا بول بول لگا رکھی ہے ۔ میڈیا صاحبہ کیا خیال کریں
گی ۔ ارے ہاں ۔ آپ اردو تو اچھی طرح سمجھ لیتی ہیں نا؟"

فرزانہ نے اس سے پوچھا۔

"ہاں بالکل! اس نے کہا۔

"آپ کو ہم کچھ سنائیں۔" فاروق اچانک بولا۔

"کیا مطلب — یہ کیا بات ہوئی؟"

"کیا یہ بات آپ نہیں سمجھ سکیں؟"

"سمجھنے کے لیے تو اس میں مشکل لفظ کوئی نہیں — میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ یہ بات کیا ہوئی — ساری دُنیا تو مجھ سے کچھ سننے کے انتظار میں رہتی ہے — اور آپ اُلٹا مجھ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے کچھ سنائیں۔"

"ہاں! ہم نے غلط نہیں کہا — دُوسروں کو تو آپ سُناتی ہی رہتی ہیں — آج ہم سے بھی کچھ سُن لیں۔"

"اچھی بات ہے — لیکن میں تعریف کرنے کے سلسلے میں بہت کنجوس واقع ہوئی ہوں — آپ جو چیز سنائیں گے، اگر وہ مجھے پسند نہ آئی تو میں تعریف ہرگز نہیں کروں گی۔" لیڈی میڈیا نے کہا۔

"اس چیز کا تعلق صرف سُننے سے نہیں، سمجھنے سے بھی ہے — اگر آپ سمجھ جائیں اور پسندیدگی کا اظہار نہ کریں گی تو یہ انصاف نہیں ہو گا۔"

"گویا آپ مجھے جو سنانا چاہتے ہیں، وہ اُردو میں نہیں ہے؟"

"جی نہیں — آپ کو بھلا کون کون سی زبانیں آتی ہیں؟"

"انگریزی، فارسی، اُردو، عربی، پارسی۔"

"اوہو اچھا — تب تو کام چل جائے گا — لیجیے سُنیے۔"

فاروق نے ٹیپ ریکارڈر میں ایک کیسٹ لگائی اور بٹن دبا دیا۔

"یہ کیا — آپ تو کسی کی کیسٹ لگا رہے ہیں — میں سمجھی تھی — آپ خود سنائیں گے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی تھی — ہمارا مقصد یہ نہیں تھا۔" محمود نے کہا۔

"بہت خوب — سنائیے صاحب — لیکن پہلے یہ دیکھ لیں، باہر ہر طرح خیریت ہے نا؟"

"جی ہاں! بالکل خیریت ہے — باہر سادہ لباس والے خفیہ جگہوں پر موجود ہیں — اگر کوئی خطرہ ہوا تو پہلے وہ ہمیں خبردار کریں گے — اس کے بعد خطرے کا مقابلہ کریں گے۔" محمود بولا۔

"اوہ اچھا — ٹھیک ہے۔"

اسی وقت ٹیپ ریکارڈر سے آواز بلند ہوئی — آواز کا رس سب کے کانوں میں گھلنے لگا — لیڈی میڈیا اس آواز میں کچھ اس طرح گم ہوئی کہ اپنا اور آس پاس کا

کوئی خیال نہ رہ گیا۔ گم صم سی سنتی رہی۔ اور جب کیسٹ
کا ایک حصہ ختم ہوا۔ تو اس کے منہ سے نکلا:

"اُف! یہ آج میں نے کیا سُنا ہے"

"ابھی ایک حصہ باقی ہے"

"میں۔ میں وہ بھی سُنوں گی"

محمود نے کیسٹ پلٹ دی۔ آواز پھر گونجنے لگی۔ آخر
وہ بھی ختم ہو گئی۔ کیسٹ ختم ہوئے تین منٹ گزر گئے،
لیکن لیڈی میڈیا کے جسم میں حرکت تک نہ ہوئی۔ آخر محمود
نے کہا:

"کیا یہ کلام پسند نہیں آیا؟"

"پسند۔ آپ نے کیا کہا۔ پسند نہیں آیا۔ پہلے یہ بتائیں،
یہ تھا کیا۔ میں نے آج تک ایسا کلام کبھی نہیں سنا۔ میرے
رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں"

"آپ اگر سنا پسند کریں تو ابھی یہاں ایسی چودہ کیسٹیں
اور موجود ہیں"

"اوہو۔ ان سب کیسٹوں میں یہی کلام بھرا ہوا ہے؟"
وہ بولی۔

"ہاں! لیکن یہی سے مُراد۔ بالکل یہی الفاظ نہیں"

"میں۔ میں سنوں گی۔ لیکن پہلے آپ بتائیں تو سہی،

یہ کلام ہے کس کا؟"

"یہ کلام ہم سب کے پیدا کرنے والے کا ہے۔ یعنی
ہم اللہ کہتے ہیں۔ خدا کہتے ہیں۔ جو پالنے والا ہے تمام
جہانوں کا۔ ہم نہیں جانتے۔ آپ کے مذہبی خیالات
کیا ہیں؟"

"میں عیسائی ہوں۔ خدا کو مانتی ہوں۔ لیکن حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتی ہوں"

"جب کہ ہمارا قرآنِ کریم۔ اللہ کا کلام یہ کہتا ہے کہ اللہ
ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اسے کسی نے نہیں جنا، نہ
اس نے کسی کو جنا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی اس کلام پاک میں
وضاحت موجود ہے۔ آپ کو سنائیں وہ حصے"

"ہاں ضرور" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

محمود نے سورۃ آلِ عمران اور سورۃ نسا کے کچھ حصے اسے
سنائے۔ وہ دھک سے رہ گئی:

"ہماری بائبل میں تو اس سے الٹ ہے"

"آپ کی بائبل اصلی بائبل نہیں ہے۔ اصلی بائبل کو
پڑھ کر دیکھیں۔ اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
آمد کا ذکر ملے گا"

"لیکن اصلی بائبل ہم کہاں سے لائیں؟"

"جن لوگوں نے بائبل میں تبدیلیاں کی ہیں — ان لوگوں نے اصلی بائبل کو ضائع نہیں کیا تھا — وہ بھی کہیں نہ کہیں موجود ہے — سچائی کو جاننے والے اسے تلاش کر لیں۔"

"خیر — یہ تو بعد کی باتیں ہیں، میں اور سنوں گی۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

وہ کئی گھنٹے تک مبہوت ہو کر قرآنِ کریم سنتی رہی — آخر جب بالکل تھک گئی تو بولی:

"اب باقی صبح سنوں گی — ابھی کل کا دن بھی مجھے یہیں رہنا ہو گا — ویسے میں اپنے اندر ایک عجیب تبدیلی محسوس کر رہی ہوں۔"

"یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔"

"میں اسلام کے بارے میں تمام تفصیلات جاننا چاہتی ہوں۔"

"ہم آپ کو کتابیں دیں گے۔"

"شکریہ!"

"اب ذرا اِدھر اُدھر کی باتیں ہو جائیں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"اِدھر اُدھر کی باتیں — کیا مطلب؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"بات دراصل یہ ہے جی — کہ اِدھر اُدھر کی باتوں کا کوئی مطلب نہیں ہوتا — یہ بے چاری تو خود بے مطلب ہوتی ہیں، ویسے تو بے مطلب ہونا آج کی دنیا میں بہت ہی اچھی بات ہے اور یہ بہت اچھی بات بہت کم ملتی ہے۔ فاروق کہتا چلا گیا۔

"پتا نہیں — آپ کیا کہ رہے ہیں۔"

"ان سے لوگوں کو یہی شکایت ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب — کیسی شکایت؟"

"مطلب یہ کہ ان کی باتیں عام طور پر سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"حالانکہ ہوتی ہیں بالکل سیدھی سادھی اور آسان۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بس بس رہنے دو — آسان ہوتی ہیں۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"ہائیں! تو کیا مشکل ہوتی ہیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت اور شوخی تھی۔

لیڈی میڈیا اس کے انداز پر ہنس پڑی۔

"آپ — آپ بھی ہنس رہی ہیں یعنی کہ۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں — کیا یہاں ہنسنا منع ہے؟" لیڈی میڈیا نے بھی حیران ہو کر پوچھا۔

"شروع ہو گئے حضرت — اب کان کھاتے چلے جائیں

گے۔" فرزانہ نے کہا۔

"میں آپ لوگوں کو ایک بات بتا دینا چاہتی ہوں۔"

"شکر ہے خدا کا — کم از کم آپ ایک بات تو بتانا چاہتی ہیں، اگر آپ ایک بات بھی بتانا نہ چاہتیں تو ہم آپ کا کیا کر لیتے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"بھئی پہلے یہ تو سن لو — وہ بات کیا کرنا چاہتی ہیں۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"اوہ ہاں واقعی — چلیے محترمہ میڈیا لیڈی — بتائیں — آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"یہ — آپ نے — م — میرا کیا نام لیا؟"

"میڈیا لیڈی — اوہ — وہ — معاف کیجیے گا — یہ تو بالکل اُلٹ ہو گیا — لیڈی میڈیا۔"

"ابھی تو آپ شکر کریں — اس نے بالکل الٹ ہی بولا ہے، ورنہ ہم نے تو اس کے ہاتھوں لوگوں کے ناموں کی وہ درگت بنتے دیکھی ہے کہ کیا بتائیں۔"

"نہیں نہیں — بتا دو — کوئی حرج نہیں ہے۔" فاروق بولا۔

"کیا بتا دیں؟"

"جو درگت بنتے تم نے دیکھی ہے، بس وہی بتا دو۔" فاروق مسکرایا۔

"تم سے تو بس توبہ بھی۔" محمود نے عورتوں کے انداز میں کہا۔

"ہاں! توبہ کر لو — مجھے کوئی اعتراض نہیں — اعتراض ہے تو بس ایک۔"

"اور وہ کیا؟"

"میں لوگوں کے ناموں کی درگت اپنے ہاتھوں کے ذریعے ہرگز نہیں بناتا، اپنی زبان کے ذریعے بناتا ہوں۔"

"دھت تیرے کی — آپ نے دیکھا۔" محمود لیڈی میڈیا کی طرف مڑا۔

"گگ — کیا؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"اور کیا، پہلے یہ تو بتاؤ — کہ کیا دیکھا۔"

"اچھا بابا — کچھ نہیں — معاف کر دو ہمیں۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"دیکھ لیا آپ نے — اب یہ مجھ سے معافی تک مانگ رہے ہیں — ہے کوئی تک۔" فاروق نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"تو پھر تک کی بات کس میں ہے۔" محمود مسکرایا۔

"حد ہو گئی — اب تک اور بے تک کو لے بیٹھے۔" فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"آخر میں کیا کروں — اور کیا نہ کروں۔" فاروق بولا۔

"خاموش بیٹھ جاؤ — بس۔"

"اچھا یہ بات ہے — تو بیٹھ گیا خاموش۔" فاروق نے کہا

اور ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لیے۔
اب کمرے میں موت کا سناٹا طاری ہوگیا۔ لیڈی میڈیا
چند سیکنڈ تو خاموشی سے بیٹھی رہی، پھر اُکتا کر بولی:
"لیکن یہ خاموشی تو کاٹ کھانے کو دوڑ رہی ہے۔"
"اب بتاؤ بھی۔" فاروق تڑپ سے بولا۔
عین اس وقت باہر سے اشارہ موصول ہوا:
"باہر خطرہ ہے۔ آپ لوگ ہوشیار رہیں۔"
"کیا حملہ کیے جانے کا امکان ہے؟"
"ہاں! اور وہ بھی جدید ترین آلات کے ذریعے۔ جن کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔"
"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

مزے کا جواب

انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:
"اب ایک ہی طریقہ رہ جاتا ہے۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔
"اور وہ کیا؟"
"اس سے پہلے کہ حملہ ہو۔ ہم انھیں لے کر جنگل میں نکل جاتے ہیں۔"
"اوہ ہاں! یہ ٹھیک ہے۔"
"لیکن کیا ہم جنگل میں محفوظ ہوں گے؟"
"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ان کے پاس جدید آلات ہیں، جیسا کہ ہمارے آدمیوں نے اطلاع دی ہے تو پھر وہ اس عمارت کو تباہ کر سکتے ہیں اور اگر عمارت تباہ ہو جاتی ہے تو ہم بھی نہیں بچتے۔ ان کی پوری توجہ صرف عمارت کی طرف ہو گی اور وہ یہ سوچ بھی نہیں سکیں

گے کہ ہم عمارت سے نکل کر جنگل میں چلے گئے ہوں گے — وہ کوئی دروازہ کھلتے دیکھیں گے۔"

"کیا مطلب — دروازہ کھولے بغیر ہم عمارت سے باہر کس طرح جا سکتے ہیں؟" لیڈی میڈیا نے حیران ہو کر کہا۔

"جا سکتے ہیں۔ اسی لیے تو آپ کے لیے یہ جگہ تجویز کی گئی تھی۔"

"تو پھر جو کرنا ہے، جلدی کریں۔ آپ کے والد نے تو اطمینان دلایا تھا کہ یہ عمارت ہر طرح محفوظ ہے۔"

"انھیں شاید معلوم نہیں تھا کہ حملہ جدید ترین — جدید ترین — جدید ترین" محمود اٹکنے لگا۔

"سوئی اٹک گئی بے چارے کی۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب — سوئی؟" لیڈی میڈیا بولی۔

"ہاں! جس طرح گراموفون کی سوئی کسی زمانے میں اٹک جایا کرتی تھی — اب وہ گراموفون کہاں رہے ہیں۔"

"کیا ہوا بھئی — کچھ بولو تو سہی۔" فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"آخر سادہ لباس والوں کو پہلے ہی یہ کس طرح پتا چل

گیا کہ حملہ آوروں کے پاس جدید ہتھیار ہیں۔"

"اوہ ہاں — ٹھہرو — میں چھت پر جا کر جائزہ لے لوں۔" فاروق نے کہا اور اوپر چلا گیا — جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔

"ہم بال بال بچے۔" اس کی آواز میں کپکپی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ سادہ لباس والے سب بے ہوش پڑے ہیں — اور عمارت کے سامنے اب صرف حملہ آور موجود ہیں، لیکن وہ اس عمارت کا کچھ بگاڑنے کے قابل نہیں، لہٰذا انھوں نے یہ چال چلی کہ ہم کسی طرح عمارت سے باہر نکل جائیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"گویا ہمیں عمارت میں ہی رہنا ہوگا۔" لیڈی میڈیا نے فوراً کہا۔

"بالکل — ادھر ہم باہر نکلے — ادھر دشمن کی گولیوں کا نشانہ بنے۔"

"ارے باپ رے — تب تو ہم واقعی بال بال بچے۔"

"تو پھر پہلے ابا جان کو فون کرو۔" فرزانہ نے کہا۔

محمود نے گھر کے نمبر ڈائل کرنا چاہے، لیکن لائن

تو بالکل خاموش تھی ــ گویا فون کے تار پہلے ہی کاٹ دیے گئے تھے!

" اب تو ایک ہی دعا ہے ــ اور وہ یہ کہ ابا جان کسی ضرورت کے تحت ہم سے رابطہ قائم کریں اور انھیں معلوم ہو جائے کہ لائن کٹی پڑی ہے۔"

" سب مل کر دعا کرتے ہیں۔" ان کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھ گئے ــ عین اس وقت انھوں نے بم کے دھماکے کی آواز سنی ــ عمارت ہل گئی ــ لیکن اس کا کچھ نہیں بگڑا ــ

" حملہ شروع ہو گیا ہے ــ کیوں نہ ہم بھی جوابی فائر کریں۔"

" ہمیں اس کی ضرورت نہیں ــ دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

" اور پھر جوابی فائرنگ کرنے کے لیے ہمیں چھت پر جانا پڑے گا ــ چھت پر ہمارے لیے خطرہ ہو سکتا ہے۔"

" ہوں! بات ٹھیک ہے۔"

باہر بموں کے دھماکے ہوتے رہے ــ فائرنگ بھی ہوتی رہی ــ وہ کمرے میں بے فکر بیٹھے رہے ــ ایسے میں

لیڈی میڈیا نے کہا:

" واقعی ــ بہت اچھا ٹھکانا ہے ــ اگر انسپکٹر جمشید مجھے یہاں نہ لے آتے تو نہ جانے کیا ہو جاتا۔"

" ویسے یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی ــ کہ آپ کو ہلاک کر کے انھیں کیا مل جائے گا؟"

" اس طرح لیڈی جوزا مقابلہ جیت جائے گی ــ وہ مجھے ختم کرانے کے لیے پانی کی طرح روپیہ بہا رہی ہے۔"

" لیکن ہماری مصیبت اور ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

" کیا مطلب؟ لیڈی میڈیا اس کی طرف مڑی ــ

" ہماری مشکل یہ ہے کہ اگر آپ کو کچھ ہو جاتا ہے تو ہمارا ملک پورا دنیا میں بدنام ہو جائے گا ــ دنیا بھر کے لوگ ہمارے ملک کا مذاق اڑائیں گے ــ اس لیے ہم آپ کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کریں گے۔"

" میں شکر گزار ہوں اور مجھے افسوس بھی ہے کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو مشکل پیش آئی۔"

" اس کی ضرورت نہیں ــ ہم تو اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔"

اسی وقت ایک اور بم کا دھماکا ہوا ــ یہ دھماکا پہلے سے زیادہ شدید تھا ــ عمارت لرز کر رہ گئی ــ لیکن اس کا

بگڑا ، کچھ نہ -

"کس قدر بے وقوف لوگ ہیں ، ہمیں دھماکوں سے ڈرا رہے ہیں - لیکن نہیں جانتے ، ان دھماکوں سے ڈرنے والے اسے آسماں نہیں ہم ۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن اس میں خوش ہونے کی کیا بات ہے ۔" لیڈی میڈیا کے لہجے میں حیرت تھی -

"آپ کو نہیں معلوم ، خوش ہونے کی بات تو کسی بات میں بھی ہو سکتی ہے ۔" فاروق تڑ سے بولا -

"آپ کی باتیں عجیب گھماؤ پھیراؤ والی ہوتی ہیں ۔"

"شکر کریں ، ابھی صرف گھماؤ پھیراؤ والی ہی ہیں ۔" فرزانہ ہنسی -

"کیوں کیوں - کیا کسی اور طرح کی بھی ہوتی ہیں ؟"

"بس کچھ نہ پوچھیے - نہ جانے کس کس طرح کی ہوتی ہیں ۔"

"خیر خیر - وہ تو میں اندازہ لگا ہی چکی ہوں ۔"

"اور میں اپنے سادہ لباس والوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں - نہ جانے ان بے چاروں پر کیا بیتی ہو گی - جو لوگ اس قدر ساز و سامان لے کر آئے ہیں ، کیا انھوں نے سادہ لباس والوں کو صرف بے ہوش کیا ہو

گا ۔" محمود بڑبڑایا -

"تمھارا مطلب ہے - انھوں نے ہمارے سادہ لباس والوں کو ہلاک کر دیا ہو گا ۔"

"ایسا نظر تو نہیں آتا ۔"

"حیرت تو اس پر ہے کہ وہ ان کے قابو میں کس طرح آ گئے ۔"

"اب یہ تو باہر نکل کر ہی معلوم ہو گا اور باہر ہم جا نہیں سکتے - کاش ابا جان کو ہمیں فون کرنے کی کوئی ضرورت پیش آ جائے ۔"

"آمین !" دونوں نے ایک ساتھ کہا -

"آمین !" لیڈی میڈیا مسکرائی -

"آپ کی آمین کا شکریہ ۔" فاروق بول اٹھا -

"آپ - بہت شگفتہ مزاج ہیں ۔" لیڈی میڈیا ہنسی -

عین اس وقت ایک ہولناک دھماکا ہوا - انھیں یوں لگا کہ عمارت اب ان کے سر پر گری کہ اب گری :

"اُف مالک - یہ تو ہمیں ہلائے دے رہے ہیں ۔"

"لگ - کہیں یہ کامیاب ہی نہ ہو جائیں ۔"

"ابا جان کو اس عمارت کے بارے میں ہم سے زیادہ معلوم ہے ، انھیں یہ بھی معلوم ہے کہ آج کے دور میں کتنے

طاقت ور قسم کے بم بنا چکے ہیں — لہٰذا کوئی فکر نہ کرو۔"

"کیوں نہ ہم یہاں سے تہ خانے میں چلے جائیں۔"

"اوہ ہاں! تہ خانہ اور بھی بہتر رہے گا۔"

"تو کیا اس عمارت کے نیچے تہ خانہ بھی ہے؟" لیڈی میڈیا نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! بالکل — اس سے بھی زیادہ آرام دہ جگہ۔" فرزانہ نے کہا۔

"تو پھر چلو — وہاں ان دھماکوں کی آوازیں تو سنائی نہیں دیں گی۔"

"لیکن ایک خرابی بھی ہے — ہمیں صورتِ حال معلوم نہیں ہو سکے گی — یہاں تو ہمیں ساتھ ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ باہر والے کیا کر رہے ہیں۔"

"تب پھر یہیں ٹھیک ہیں، کوئی ضرورت پیش آئی تو ایسا کریں گے۔"

اچانک فائرنگ بند ہو گئی — اور پھر کوئی دھماکا بھی سنائی نہ دیا۔

"شاید مایوس ہو گئے بے چارے۔"

"اب اور کرتے بھی کیا — بلکہ مرتے کیا نہ کرتے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اس موقعے پر کم از کم یہ محاورہ نہیں بولا جا سکتا۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"بہت بہتر! میں محاورہ واپس لیتا ہوں — جب بھی موقع بنا، استعمال کر لوں گا۔"

"بہت خوب — جواب پسند آیا۔" لیڈی میڈیا نے خوش ہو کر کہا۔

"اوہ! اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں تھا۔"

"کس بات کا؟" لیڈی میڈیا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اس بات کا کہ آپ کو میرا جواب پسند یا ناپسند بھی ہو سکتا ہے، ورنہ میں اور بھی مزے کا جواب دے سکتا تھا۔" فاروق بولا۔

"مزے کا جواب — بھئی واہ! یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فرزانہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"کسی ناول کا نام — تو کیا آپ لوگ ناول بھی لکھتے ہیں؟" لیڈی میڈیا بولی۔

"جی نہیں — صرف ناولوں کے نام تجویز کرتے ہیں — ناول نگاروں کی آسانی کے لیے — ان بے چاروں کو ناول تو لکھنے آتے ہیں، ناولوں کے نام رکھنے نہیں آتے — ان کے لیے یہ کام یہ حضرت انجام دیتے ہیں۔"

"لیکن اس وقت تو نام انھوں نے تجویز کیا ہے۔" اس
نے فرزانہ کی طرف اشارہ کیا۔
یہ انھوں نے طنز کیا تھا۔
اسی وقت ایک عجیب آواز نے انھیں چونکا دیا۔
"شاید کوئی نئی کارروائی ہمارے خلاف شروع کی گئی
ہے۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔
"کوئی پروا نہ کرو۔" فرزانہ بولی۔
"بھئی کم از کم ہمیں پروا تو کر ہی لینی چاہیے، کیونکہ پروا
کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" فاروق نے مشورہ دیا۔
"مسٹر فاروق ٹھیک کہتے ہیں۔ کم از کم دیکھ لینا چاہیے
کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔"
"میں ابھی خفیہ سوراخ سے دیکھ کر بتاتا ہوں۔"
وہ ایک اوپر والے کمرے میں گیا۔ ایک منٹ بعد اس
کی واپسی ہوئی تو اس کا رنگ زرد تھا۔
"اب ہمیں فوراً تہ خانے کا رخ کرنا چاہیے۔"
"کیوں، کیا ہوا۔ کیا کر رہے ہیں وہ لوگ؟"
"لوہے کی سیڑھی، جو فائر بریگیڈ کی گاڑیوں میں لگی
ہوتی ہے۔ ہماری اس عمارت کی چھت تک لگا دی گئی ہے۔"
"اس کا مطلب ہے۔ ان لوگوں نے عمارت کی چھت پر

پہنچنے کی ترکیب کر لی ہے۔ بھلا انھوں نے فائر بریگیڈ کی
گاڑی یہاں تک کس طرح منگائی ہوگی؟"
"آگ لگ جانے کی اطلاع دے کر۔ اور جب عملہ
یہاں پہنچا ہوگا تو اسے ایک طرف کر دیا ہوگا یا باندھ کر
ڈال دیا ہوگا، یہ کام بھلا ان کے لیے کیا مشکل ہو سکتا
تھا۔ جب کہ وہ ہمارے سادہ لباس والوں پر قابو پا
چکے ہیں۔"
"سوال یہ ہے کہ ابا جان کیا کر رہے ہیں۔ انھوں نے
ہماری خبر کیوں نہیں لی؟"
"ان کے خیال میں ہم بالکل محفوظ ہیں۔"
"اور اب یہ لوگ جو چھت پر پہنچنے والے ہیں۔ یہ
کیا کریں گے؟"
"شاید چھت میں سوراخ کریں گے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔
"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔
"تب پھر ہمارے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں
رہا کہ تہ خانے میں چلے جائیں۔" محمود نے کہا۔
"پہلے یہ تو اندازہ لگا لیں کہ اب وہ کیا کریں گے۔"
"اچھی بات ہے۔"
خفیہ سوراخ سے انھوں نے تقریباً دس آدمیوں کو چھت

پر ساز و سامان کے ساتھ چڑھتے دیکھا اور پھر اوپر برما گھومنے
کی آواز سنائی دی۔

"بس ثابت ہو گیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے بم
بے کار چلے گئے ہیں تو انھوں نے یہ ترکیب سوچی۔ آؤ
جلدی کرو۔ تہ خانے میں چلتے ہیں۔ یہ تہ خانے کا دروازہ
تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

اور وہ تہ خانے میں آ گئے۔

"اور میں کہتی ہوں۔ ہمیں تمام امکانات پر غور کر لینا
چاہیے۔" ایسے میں فرزانہ بولی۔

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہ کہ۔ ہو سکتا ہے۔ وہ تہ خانے کا راستا تلاش کر
لیں۔ اس صورت میں تو وہ عین ہمارے سر پر کھڑے
ہوں گے۔"

"تب پھر ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ اس وقت تک
بھی اگر ہم نے چھپنے یا ان سے بچنے کی کوشش کی ہے تو
صرف اور صرف میڈی۔ لیڈی میڈیا صاحبہ کی خاطر۔ ورنہ ہم
میدان میں نکل کر ان سے مقابلہ کرتے۔ اور پھر جو بھی
ہو جاتا۔ پروا نہ کرتے۔"

"ہوں۔ بات ٹھیک ہے۔ اس بات کو نظر انداز کرنا

غلط ہو گا۔ وہ دروازہ تلاش کر سکتے ہیں۔"

"تب پھر ہمیں ان سے مقابلے کی کوشش شروع کر
دینی چاہیے۔ سب سے پہلے لیڈی صاحبہ کو چھپا دینا چاہیے۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔ ان کے لیے وہ سامنے والی الماری
ٹھیک رہے گی۔ اس الماری میں بھی اندر ایک خفیہ خانہ
ہے۔ اس خانے میں یہ بالکل فٹ آ جائیں گی۔"

"لیکن۔ یہ۔ میں وہاں سانس کس طرح لوں گی؟" اس نے
گھبرا کر کہا۔

"سانس لینے کا وہاں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ ہوا کی
آمد و رفت وہاں ہوتی ہے۔"

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ میں
وہاں بند رہ جاؤں۔"

"اللہ نے چاہا تو ایسا نہیں ہو گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ کاش۔ تمہارے والد آ جائیں۔"
اس نے فکر مند ہو کر کہا۔

"آمین! ویسے آپ فکر مند نہ ہوں۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ایک سے زیادہ پارٹیاں
آپ کے چکر میں ہیں۔"

"ہاں! اس کا بھی امکان ہے۔"

آخر انھوں نے لیڈی میڈیا کو الماری کے خفیہ خانے میں بند کر دیا اور خود دشمنوں سے مقابلے کی تیاری میں مصروف ہو گئے ۔ انھوں نے باقاعدہ مورچے بنائے ۔ ان مورچوں میں اسلحہ رکھا اور دشمن کا انتظار کرنے لگے ۔ ان کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے ۔ اچانک دروازہ کھلا ۔ اور ساتھ ہی تہ خانے میں دھم دھم کی آواز گونجی ۔

صرف ایک ہاتھ

"اکرام ۔ میں نے سوچا ہے ۔ ہم وقت سے پہلے ہی عوامی ہال کا جائزہ لے لیں ۔ اگرچہ وہاں ہمارے آدمی بہت پہلے سے مقرر ہیں ، لیکن ہمیں بھی تو اندر کا جائزہ لینا ہو گا۔"

"او کے سر ۔ چلیے۔"

"ہمارے ساتھ عملے کے سو آدمی بھی ہونے چاہییں ۔ وہ ہال چھوٹا سا تو ہے نہیں۔"

"ٹھیک ہے سر۔"

اکرام عملے کے انتظام میں لگ گیا ۔ ایک گھنٹے بعد وہ اس ہال میں داخل ہو رہے تھے ، جس میں یہ پروگرام ہونا تھا :

"اس پروگرام کو بھی ہمارے ملک میں ہونا تھا۔"

"یہ ملکی معاملات ہیں ۔ ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں ۔"

انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔ انھوں نے عملے کے ساتھ پورے ہال کا ایک ایک چپہ چیک کر ڈالا — چیک کرنے کے لیے آلات بھی استعمال کیے، لیکن کہیں کوئی گڑبڑ نظر نہ آئی:

"سوال یہ ہے اکرام — کہ وہ کیا کریں گے — میرا مطلب ہے — اگر لیڈی میڈیا یہاں خیریت سے پہنچ گئی تو اس صورت میں وہ کیا کریں گے؟"

"واقعی یہ سوال بہت اہم ہے — اگر ان کا پروگرام اغوا کرنے کا ہے تو پھر اس کے لیے انھیں لائٹ آف کرنا ہو گی — گھپ اندھیرے میں وہ یہ کام کر سکیں گے۔"

"بالکل ٹھیک — لیکن ہم اب انتظام کریں گے کہ جونہی لائٹ جائے — فوری ضرورت کی لائٹیں خود بخود آن ہو جائیں۔ اور اس کا انتظام میں نے کر لیا ہے — ان لوگوں کو، میرا مطلب ہے، فوری ضرورت کی لائٹیں آن کرنے والوں کو میں ایک خفیہ جگہ بٹھاؤں گا — تاکہ وہاں کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے۔ دوسرے یہ کہ میں پہلے ہی وہ لائٹیں آن کرا دوں گا — دشمن کو یہ معلوم ہی نہیں ہو گا کہ عارضی بلب بھی ساتھ میں روشن ہیں؛ چنانچہ جب وہ لائٹ آف کریں گے — اس وقت بھی اندھیرا نہیں ہو سکے گا اور ان کا یہ وار ناکام ہو جائے گا۔"

"بہت خوب! یہ بات سن کر خوشی ہوئی۔"

"لیکن اکرام — میرا سوال اب بھی اپنی جگہ پر ہے — کہ وہ کیا کریں گے — یہاں ناکام ہو کر وہ اگلا قدم کیا اٹھائیں گے؟"

"اگلا قدم" اکرام بڑبڑایا۔

"ہاں اکرام — جب وہ دیکھیں گے کہ ان کا یہ پروگرام ناکام ہو گیا ہے — تو پھر وہ کیا کریں گے؟"

"سر! میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا کہ وہ کیا کریں گے" اکرام نے کہا۔

"یہ بات نوٹ کر لو — اکرام — وہ ایک رخ سے تو وار ہرگز نہیں کریں گے — ان کے وار مختلف پہلوؤں سے ہوں گے۔"

"ہوں — تب تو غور کرنا ہو گا — ایسے میں محمود، فاروق اور فرزانہ بہت کام دکھاتے ہیں — اور ان کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے خفیہ ٹھکانے پر۔"

"ارے ہاں! ہم نے فون کر کے ابھی تک ان کی خیریت معلوم نہیں کی — ذرا میں انھیں فون کر لوں۔"

"ضرور کریں سر — وہاں کی خیریت — تو بلکہ ساتھ ساتھ معلوم کرتے رہیں — اگر انھوں نے پوری توجہ اس عمارت کی طرف کر دی تو ..."

"وہ عمارت اس قدر آسانی سے قابو میں آنے والی
نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
اور پھر انھوں نے جلدی جلدی فون پر نمبر ڈائل
کیے، پھر چونک کر بولے:
"اوہ — اس طرف کا فون تو بالکل خاموش ہے —
شک — کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں۔"
"تب پھر — پہلے ان کی خبر لیں — کہیں وہاں کچھ ہو
نہ رہا ہو۔"
"ہاں اکرام — میں اس کی ضرورت بہت شدت سے
محسوس کر رہا ہوں۔"
"تو پھر میں یہاں کے معاملات دیکھ لیتا ہوں — آپ
دس آدمیوں کے ساتھ اس طرف ہو آئیں — یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ وہاں کوئی گڑبڑ نہ ہو، صرف فون خراب ہو
گیا ہو۔"
"ہوں ٹھیک ہے — میں دیکھ لوں گا — تم یہاں پوری
ہوشیاری سے باقی چیزیں چیک کرو۔"
انسپکٹر جمشید اسی وقت اپنے ساتھ دس آدمیوں کو لے کر
روانہ ہوئے اور پھر عمارت کے نزدیک پہنچے — تو ان کی سٹی
گم ہو گئی —

عمارت کے ساتھ ایک آگ بجھانے والی گاڑی لگی
ہوئی تھی اور اس کی سیڑھی چھت تک جا رہی تھی — فون
کے تار کٹے پڑے تھے —
"اُف مالک — یہاں تو پورا منصوبہ تیار کر لیا گیا ہے،
اگر میں یہاں نہ آ جاتا — تو — تم — مگر — سادہ لباس والے
کہاں ہیں۔" پھر انھوں نے سر کو جھٹکا دیا اور بولے: "ان
کے بارے میں بعد میں دیکھ لیں گے — پہلے تو لیڈی میڈیا
کو بچایا جائے — تم پانچ ادھر ہی رہو — درختوں کی
اوٹ لے لو — اور میرا حکم جب تک نہ ملے — کوئی کارروائی
نہ کرنا۔"
"او کے سر۔"
انھوں نے پانچ آدمیوں کو ساتھ لیا اور درختوں کی
اوٹ لیتے چکر کاٹنے لگے — ان کا دل بہت تیزی سے
دھڑک رہا تھا — زیادہ سے زیادہ انھوں نے یہ خیال کیا تھا
کہ ایک آدھ بم پھینکنے کی کوشش کر ڈالی جائے گی اور
ناکامی کی صورت میں وہ بھاگ نکلیں گے، لیکن یہاں تو
باقاعدہ محاذ قائم کر لیا گیا تھا —
وہ تیز چلتے ہوئے ایک جھنڈ میں پہنچے اور درختوں
کی اوٹ لے کر کھڑے ہو گئے —

"جب تک میں نہ کہوں، تم فائر نہیں کرو گے۔"

"او کے سر۔"

وہ انتظار کرتے رہے — آخر اچانک دروازہ کھلا اور محمود، فاروق، فرزانہ اور لیڈی میڈیا باہر نکلتے نظر آئے۔

"خبردار! گولی نہ چلانا۔" انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں کو خبردار کیا — اور فوراً سامنے آ گئے۔

"لاہو — ابا جان آپ — آ گئے۔"

"اور کیا کرتا بھئی — فون کی لائن کٹی ہوئی تھی — فون کرنا چاہا تو خطرے کا احساس ہوا — فوراً ادھر کا رخ کیا۔"

"آپ بہت وقت پر آئے — مزا آ گیا — وہ بھی بس آیا ہی چاہتے ہیں — ان کے پاس کلاشن کوفیں ہیں ابا جان — اور بھی جدید آلات ہیں — ان کی مدد سے ہی انھوں نے تہ خانے کا دروازہ تلاش کیا ہے۔"

"ہوں — تم بھی ادھر آ کر پوزیشن لے لو — اور یہ رائفلیں بھی لے لو۔"

وہ سب تیار ہو گئے — لیڈی میڈیا کو انسپکٹر جمشید نے ایک تن آور درخت کی اوٹ میں اس طرح کھڑا کر دیا کہ خود بھی اس کو نظر میں رکھ سکتے تھے — تاکہ اس کی حفاظت کے لیے فوری طور پر کچھ کر سکیں۔

"ہمارے سادہ لباس والوں کا کیا بنا ابا جان؟"

"ابھی میں کچھ نہیں کر سکتا — مجھے ان میں سے کوئی نظر نہیں آیا۔"

"اوہ — تب وہ ضرور کہیں بندھے پڑے ہوں گے۔"

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"

عین اس وقت انھوں نے فائرنگ کی آواز سنی — گویا تہ خانے سے نکلنے والے فائرنگ کرتے ہوئے اوپر آ رہے تھے — وہ اور بھی ہوشیار ہو گئے۔

"اب تم لوگ چاروں طرف سے گھر چکے ہو — جوابی کارروائی ہرگز نہ کرنا، ورنہ انجام بہت بھیانک ہو گا — چاروں طرف کے درختوں کا جائزہ لے لو۔" ایک بلند آواز گونجتی سنائی دی۔

انھوں نے چاروں طرف دیکھا اور پھر ان کی سٹی گم ہو گئی — ان کا تمام تر منصوبہ فیل ہو گیا — قریباً ہر درخت پر ایک کلاشن کوف جھانک رہی تھی — اس وقت وہ جس جگہ پوزیشن لیے ہوتے تھے — اس جگہ کو بھی فوراً نشانہ بنایا جا سکتا تھا اور ان کے لیے بچنے کی کوئی جگہ نہ ہوتی۔

"یہ — کیا ہوا ابا جان؟"

"مجھے امید نہیں تھی کہ یہ لوگ اس قدر زبردست

انتظام کے ساتھ آئیں گے:" وہ بولے۔

"اب کیا ہوگا؟" فرزانہ بڑبڑائی۔

"وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا:" فاروق بولا۔

"تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ کیونکہ اب تم اپنا تمام اسلحہ خالی کر لو گے، تو بھی ہمارا ایک آدمی بھی ہلاک نہیں کر سکو گے:"

"اصل مسئلہ تم لوگوں کو عمارت سے نکالنے کا تھا۔ یہ تو ہم جانتے تھے کہ اس عمارت میں کوئی تہ خانہ بھی ہوگا۔ اور آج کل آلات کے ذریعے تہ خانے کا پتا چلا لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا:"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اٹھا دو بھئی ہاتھ اوپر:" انسپکٹر جمشید تھکے تھکے انداز میں بولے۔

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

"تہ خانے سے نکلنے والے پہلے ان کے اسلحے پر قبضہ کر لیں اور پھر ان کی اچھی طرح تلاشی لیں، تلاشی لینے کے بعد انھیں خوب کس کر باندھ دیں۔ خیال رہے۔ لیڈی میڈیا کو زیادہ زور سے نہ باندھا جائے۔ کہیں رسی اس کی کلائی میں نہ گھس جائے۔ بہت نازک ہے بے چاری:"

اور کسی درخت پر سے آواز آئی۔ شاید ان لوگوں کا انچارج بھی کسی درخت پر ہی موجود تھا۔ انسپکٹر جمشید چاہتے تو اسے نشانہ بنا سکتے تھے۔ لیکن پھر چاروں طرف سے اندھا دھند فائرنگ ہوتی اور انھیں سر چھپانے کی جگہ بھی نہ ملتی۔

انھیں خوب احتیاط سے باندھ دیا گیا۔

"اب ہم عمارت میں بیٹھ کر بات کریں گے، اٹھا لو بھئی انھیں:"

اور پھر وہ لوگ درختوں پر سے دھم دھم کر کے اترنے لگے۔ ان کی تعداد دیکھ کر انسپکٹر جمشید کو حیرت ہو رہی تھی۔ وہ کم از کم تین سو کے قریب تھے۔ ایسے میں کوئی ان کی مدد کے لیے آ بھی جاتا یا کچھ لوگ آ جاتے تو وہ بھی ان کے مقابلے میں کیا کر لیتے۔

"کیا سارے شہر کے جرائم پیشہ لوگوں کی ڈیوٹی لیڈی میڈیا کو اغوا کرنے پر لگ گئی ہے:" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"اس وقت ہم اس قسم کی باتیں کرنے کے لیے جمع نہیں ہوئے۔ ہم تو صرف اور صرف ایک بات جانتے ہیں:"

"اور وہ کیا؟"

"ہر حال میں لیڈی میڈیا کو ایک جگہ پہنچانا ہے۔

چاہے کچھ ہو جائے، چاہے اس کے لیے ہمیں کچھ کرنا پڑے۔"

"ہوں، تو یہ بات ہے۔"

"ہاں! اب تم لوگ اپنی ہی عمارت میں آرام کرو۔ ہم لیڈی صاحبہ کو لے کر چلتے ہیں۔"

"یہ تو بتاتے جاؤ۔ کہ تم انھیں لے کر جاؤ گے کہاں؟"

"یہ تو ہم نہیں بتا سکتے۔"

"تم لوگوں کی مرضی۔ اگر تم یہ نہیں بتا سکتے تو پھر ہمیں تمھارا فائدہ ہی کیا۔ ہماری طرف سے تم جاؤ جہنم میں۔"

"ابا جان۔ بھیج دیں انھیں جہنم میں۔"

"نہیں بیٹا۔ جہنم میں بھیجنا کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ انسانوں کا نہیں۔"

"کیا مطلب۔ کیا تم ان حالات میں بھی کچھ کرنے کے قابل ہو؟" ان کے انچارج نے پوچھا۔

"ہاں! اللہ کی مہربانی سے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن کس طرح۔ ذرا ہم بھی تو دیکھیں۔"

"ہم کچھ دکھا دیں گے تو تم بُرا مان جاؤ گے۔" فارُوق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"نہیں بُرا مانیں گے۔" انچارج ہنسا۔

"دیکھ لو۔ سوچ لو۔ پھر نہ کہنا۔" فاروق نے انھیں چڑانے کے لیے کہا۔

"دیکھ لیا۔ سوچ بھی لیا۔ تم لوگ کچھ کر کے دکھانے کے قابل نہیں ہو۔ ڈینگیں مار رہے ہو بس۔"

"اچھا! یہ بات ہے۔ کیا خیال ہے۔ ابا جان۔ دکھا دیں انھیں؟"

"ابھی نہیں۔ ہماری ایک شرط ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر کہا۔

"کیسی شرط؟"

"میرے ایک بچے کا صرف ایک ہاتھ کھول دو۔ صِرف ایک ہاتھ۔"

"ایک بچہ صرف ایک ہاتھ سے اتنے بہت سے لوگوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ وہ بھی کسی اسلحے کے بغیر۔"

"وہ اپنے اللہ سے مدد تو مانگ ہی سکتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر۔"

"تو کیا مدد اپنے اللہ سے ہاتھ اٹھائے بغیر نہیں مانگ سکتے؟" انچارج بولا۔

"ضرور مانگ سکتے ہیں۔ زبان تک ہلائے بغیر مانگ سکتے ہیں۔ صرف دل میں خیال کر کے مانگ سکتے ہیں۔" محمود

نے غصے میں آ کر کہا۔

"ارے میاں جاؤ — تو ہم تمہارا ہاتھ ہی کھول دیتے ہیں۔" انچارج نے کہا۔

"نہیں سر — یہ لوگ بہت زیادہ چالاک ہیں — ان کی باتوں میں نہ آئیں — ورنہ ہم نقصان میں رہیں گے اور کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ جائیں گے۔"

"تم کہتے ہو تو نہیں کھولتے — ورنہ میں ان کا کمال دیکھنا چاہتا تھا۔"

"کمال تو خیر ہم ہاتھ کھلوائے بغیر بھی دکھا سکتے ہیں — لیکن میں چاہتا تھا — ذرا زیادہ مزے دار کمال دکھا دوں۔"

"ان کی باتوں میں نہ آئیں سر — یہ بہت خطرناک ہیں، پہلے ہی بہت مشکل سے قابو میں آتے ہیں۔"

"لیکن بھئی، ہمیں آپ لوگوں سے اس کی امید ہرگز نہیں تھی۔"

"کیا مطلب — کس کی امید؟" استاد نے چونک کر کہا۔

"اس کی امید کہ اتنے لوگوں کے ہوتے ہوئے تم ہم میں سے ایک بچے کا ہاتھ تک کھولنے سے ڈرو گے۔"

"بکو مت! ہم ڈر نہیں رہے — احتیاط کر رہے ہیں —

تاکہ کہیں کھیل نہ خراب ہو جائے — اب جب کہ لیڈی میڈیا ہمارے قبضے میں آ چکی ہیں — ہم کوئی خطرہ مول نہیں لیں گے — فوری طور پر انھیں ایک خاص مقام پر لے جائیں گے۔"

"اس مقام کا نام؟"

"سوری! نام تو نہیں بتا سکتا ہیں۔"

"اب کیا کریں بھئی — یہ تو ہم میں سے کسی ایک کا ہاتھ بھی کھولنے پر تیار نہیں ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے مایوسانہ انداز میں کہا —

"کوئی بات نہیں ابا جان — ہم بندھے ہاتھوں سے ہی کام چلا لیں گے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"اور بندھی ٹانگوں سے بھی — ضرور تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے۔"

"ایک بات طے ہے — مسٹر انچارج — اور باقی لوگو۔" انسپکٹر جمشید نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ اس مقام کی حد تک تو تم بازی ہار گئے — یہ ٹھیک ہے کہ مجھے امید نہیں تھی کہ تم یہاں تک پہنچ جاؤ گے — میرا مطلب ہے — اس عمارت میں داخل ہو جاؤ گے، لیکن

ان تمام تر کامیابیوں کے باوجود تم ہار گئے ہو۔ اب اگلا
مقابلہ تم سے کہاں ہونا ہے۔ یہ ہمیں معلوم نہیں — ہونا
بھی ہے یا نہیں — یہ وقت بتائے گا۔"

"صرف اور صرف اِدھر اُدھر کی ہانک رہے ہیں یہ
لوگ — ورنہ ان بے چاروں کے پلے اب کچھ نہیں ہے،
بالکل بے بس ہیں — ارے ہاں — کہیں یہ وقت گزارنے کے
چکر میں تو نہیں — امداد تو آنے والی نہیں۔"

"اوہ! ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"یہ بات بھی نہیں۔ بات ایک اور ہی ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"ویسے تو یہاں مدد بھی آئے گی اور تم لوگوں کو سمیٹ
لے جائے گی — پھر تم لوگ حوالات کی سلاخوں کے پیچھے
کھڑے ہو گے اور ہم تم لوگوں سے ملاقات کرنے آئیں گے۔"

"چ چ — بے چاروں کے دماغ چل گئے ہیں۔" استاد
نے کہا۔

"ابا جان! آپ آخر ہمیں کب حکم دیں گے۔"

"چند منٹ اور بھئی — ہم جتنا اور وقت گزار لیں، اتنا
ہی اچھا ہے۔" وہ بولے۔

"آخر کیوں — اچھا کیونکر رہے گا۔"

"بھئی میں ان کے سامنے وضاحت نہیں کر سکتا۔"

"یہ لوگ بلا وجہ ہمیں باتوں میں اُلجھا رہے ہیں —
لہٰذا یہاں سے چلنے کی کوشش کرو — میں کہتا ہوں — نکل چلو۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور انھیں اُٹھانے
کے لیے آگے بڑھے۔

"ایک منٹ ٹھہرو۔" فاروق چلّایا۔

"کیوں! اب کیا ہوا؟"

"مجھے ایک بات یاد آ گئی — وہ تو پہلے پوچھ لیں۔"

"کیا بات رہ گئی؟"

"تم میں سے ہو سکتا ہے، چند مر بھی جائیں — لہٰذا پہلے
یہ تو بتا دو کہ مرنے کی صورت میں تم لوگوں کو کہاں دفن
کیا جائے یا کہاں پہنچایا جائے؟"

"خاموش! بکواس مت کرو — بہت بک چکے تم۔"
استاد غرّایا۔

"اچھی بات ہے — اب ہم کچھ نہیں بولیں گے — تم بہت
بدتمیزی کر چکے — اب ہم ہر بدتمیزی کا جواب زبان سے
نہیں، پیروں سے دیں گے۔"

"پیروں سے جواب — لیکن پیر تو تمہارے بندھے ہوئے
ہیں۔" ایک نے ہنس کر کہا۔

بندھے ہوئے پیروں کا کمال بھی تم آج ہی دیکھو گے، اُلّو
کے پٹھو۔" فاروق نے چلّا کر کہا۔

"بُری بات ہے فاروق — ان میں تمہاری عمر سے بڑے
بھی ہیں — یہ جیسے بھی ہیں — گندی زبان استعمال نہ کرو۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے — دراصل مجھے غصّہ آ گیا تھا۔"

"غصّہ نہیں — تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے — کچھ کرنے
کے قابل رہے نہیں اور بڑیں ہانکے جا رہے ہو۔" استاد نے
چلّا کر کہا۔

"اچھی بات ہے — تو پھر یہ لو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے پیر فرش پر دے
مارے —

ڈیوٹی

پیروں کا فرش پر دے مارنا ہی تھا کہ زبردست دھماکے
ہوئے اور پوری عمارت میں گہرا دھواں بھر گیا — حملہ آوروں
کی گھٹی گھٹی چیخیں انھوں نے ضرور سنیں اور پھر سب
گرتے چلے گئے — اب چونکہ وہ بھی بندھے ہوئے تھے،
اس لیے انھوں نے اپنا کام شروع کیا — پروفیسر داؤد کی
اس ایجاد نے انھیں بے ہوش نہیں کیا تھا — اس لیے کہ
انھیں پہلے ہی اس گیس سے محفوظ رہنے کا عادی بنایا جا
چکا تھا — اس کے لیے انھیں بہت سخت مشق کرائی
گئی تھی — گیس ان کے لیے بھی تکلیف دہ ثابت ہو رہی
تھی، لیکن اس حد تک نہیں کہ وہ بے ہوش ہو جاتے اور
تکلیف دہ بھی اس لیے کہ وہ بندھے ہوئے تھے اور اس
جگہ سے باہر نہیں جا سکتے تھے — تاہم فوراً ہی انھوں
نے اپنا کام شروع کر دیا — محمود سرک کر اپنا ہاتھ اپنے

والد کے منہ کی طرف لے آیا ، اسی طرح فرزانہ اپنے ہاتھ
فاروق کے منہ کی طرف لے گئی۔ انھوں نے دانتوں سے
رسیاں کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہ کام ان کے لیے
بھلا مشکل کس طرح ثابت ہو سکتا تھا، اس قسم کے کاموں
سے تو ان کا پالا روز پڑتا تھا۔ لہٰذا جلد ہی وہ رسیوں
سے آزاد ہو گئے اور باہر نکل آئے۔ انھوں نے لمبے لمبے
سانس لے کر اپنے پھیپھڑے صاف کیے۔ بے ہوش لیڈی
میڈیا کو بھی وہ اٹھا کر باہر لے آئے تھے۔ اس کی رسیاں
بھی کھول دی گئیں۔ فی الحال اس کے ہوش میں آنے
کے کوئی امکانات نہیں تھے۔ لہٰذا وہ اپنے کام میں
مصروف ہو گئے۔ اسے گاڑی میں ڈالا اور ہسپتال روانہ ہو
گئے۔ راستے میں ہی انھوں نے اکرام کو فون کر کے
حملہ آوروں کے متعلق ہدایات دیں۔ ہسپتال میں ایک گھنٹے
کے بعد لیڈی میڈیا نے آنکھیں کھولیں۔ اور ان کی طرف
دیکھ کر مسکرا دی:

"کیا ہم بچ گئے؟"

"ہاں بچ گئے۔ اللہ کا شکر ہے۔" فاروق بھی مسکرایا۔

اب وہ اسے لے کر ایک اور ٹھکانے پہنچے ، لیکن
اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ تعاقب تو نہیں کیا

"ہا، ہا۔"
"اُف توبہ۔ ابھی ایک دن باقی ہے۔ آپ کی حفاظت
ہمارے لیے ایک مسئلہ بن گئی ہے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔
"مجھے افسوس ہے۔" اس نے کہا۔
"خیر! مجھے افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔" انسپکٹر جمشید
نے کہا۔
"سوال یہ ہے کہ اب کیا پروگرام ہے؟"
"پروگرام۔ ایک بار پھر میں تم لوگوں کو ان کے
پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ نئے سرے سے مقابلے کے
لیے تیاری کر لو۔ اور یوں خیال کر لو کہ حملہ آور یہاں
بھی آئیں گے اور انھیں اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔"
"ارے باپ رے۔" لیڈی میڈیا گھبرا گئی۔
"میں نے ویسے ہی ایک بات کہی ہے۔ آپ پریشان
نہ ہوں۔ ہاں تو تم پوری تیاری کر لو۔ میں ابھی سادہ
لباس والوں کے علاوہ ملٹری کے جوان بھی بھیج رہا
ہوں۔ لیکن تم یہی خیال کرنا کہ حملہ آور ان سب کو چکمہ
دے کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔
اس صورت میں تم کیا کرو گے۔ یہ ابھی سے سوچ لو۔
اور تمام تر انتظامات کر لو۔ میرا جانا بھی بہت ضروری

ہے - کیونکہ وہاں پہنچنے سے پہلے تک اگر دشمن انھیں
اغوا نہ کر سکے تو پھر وہ عوامی ہال میں ضرور وار کریں
گے - اور وہاں وار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے
سے تیاری کریں - میں اس ہال کا جائزہ لے کر یہ جاننے
کی کوشش کروں گا کہ ان کے ارادے کیا ہیں"

"بہت بہتر ابا جان - آپ ہمارے لیے دُعا کرتے رہیے
گا - ہم آپ کے لیے" فرزانہ بولی -

"بہت خوب - یہ بہت ہی اچھی ترکیب ہے" انھوں
نے مسکرا کر کہا اور باہر نکل گئے -

چند سیکنڈ تک خاموشی طاری رہی اور پھر لیڈی میڈیا
نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا :

"نہ جانے کیا بات ہے - کہ آپ کے والد صاحب کے
جاتے ہی میں خوف محسوس کرنے لگی ہوں"

"جب کہ ہمارے خیال میں خوف محسوس کرنے کی کوئی
ضرورت نہیں - آپ نے دیکھ ہی لیا ہوگا کہ ہمیں بالکل
قابو میں کر لیا گیا تھا - اور ہماری رہائی کے دُور دُور
تک کوئی امکانات نظر نہیں آ رہے تھے - حملہ آوروں کا
بھی یہی خیال تھا کہ ہم بڑیں ہانک رہے ہیں - لیکن ہوا
کیا - آپ کے سامنے ہی ہے"

"ہاں ! اس پر تو میں بھی حیران ہوں - آخر وہ کیا تھا،
فرش پر مارتے ہی دھماکے کس طرح ہو گئے تھے؟"

"اس ٹھکانے کو بہت خاص طریقے سے بنایا گیا ہے،
ابھی تو وہاں اور بہت چکر چلائے جا سکتے تھے"

"ہوں - خیر - اب کیا کرنا ہے؟"

"آپ کو کچھ نہیں کرنا - بس ہمیں اپنی تیاریاں کرنا ہیں،
ہاں ! آپ ہماری تیاریوں کو دیکھتی جائیں بس"

"اچھی بات ہے" اس نے ہنس کر کہا، پھر بولی : ارے
ہاں ! کیا وہ کیسٹیں یہاں بھی ہوں گی - میرا مطلب ہے -
قرآن کی کیسٹیں"

"بالکل ہوں گی - یہ ٹھیک رہے گا - آپ تلاوت سنیں -
ہم تیاریاں مکمل کرتے ہیں"

انھوں نے ٹیپ پر کیسٹ لگا دی اور خود کام
میں مصروف ہو گئے - جلد ہی انھیں باہر گاڑیاں رکنے
کی آوازیں سنائی دیں :

"شاید سادہ لباس والے اور ملٹری کے جوان آ گئے"
محمود نے کہا -

"اطمینان کر لینا ضروری ہے - یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ
دشمن آ گئے ہوں"

محمود نے ایک سوراخ میں سے باہر کا جائزہ لیا —
ملٹری میں ایک بڑی گاڑی سے نیچے کود رہے تھے —
دوسری بڑی گاڑی سے سادہ لباس والے اُتر رہے تھے۔
ایک چھوٹی کار سے ایک ملٹری آفیسر بھی اترا —

" یہ اپنے آدمی ہیں — فکر کی ضرورت نہیں۔"

" شکریہ!" لیڈی میڈیا بولی۔

" آخر آپ یہ اتنے بڑے پروگرام کیوں کرتی ہیں — جس میں ہر وقت جان کا خطرہ لگا رہتا ہو۔"

" میں اس قسم کی صورتِ حال سے پہلی بار دوچار ہوئی ہوں، ورنہ کسی ملک میں یہ حالات پیدا نہیں ہوئے۔"

" اس کا مطلب ہے — صرف ہمارے مُلک میں یہ حالات پیدا کیے گئے ہیں۔"

" ہاں! نہ جانے ان ممالک کو آپ کے ملک سے کیا چڑ ہے — صرف اور صرف اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح اس کو بدنام کر دیں۔"

" دراصل، ہمارا مُلک تمام اسلام دشمن قوتوں کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے۔" محمود نے کہا۔

" ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

" اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اسلام کے لیے بہت کام ہو رہا ہے — اور ایسے علمائے کرام پائے جاتے ہیں جو کفر کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں — وہ کٹ تو سکتے ہیں، پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔"

" میرا بھی یہی خیال ہے۔"

" اچھا! آپ تلاوت سُنیں — ہم پہلے ان سے چند باتیں کر لیں — تاکہ انتظامات کرنے میں آسانی ہو۔"

" اچھی بات ہے۔"

وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے، لیکن اس بار کوئی حملہ نہ ہوا — تمام وقت خیریت سے گزر گیا، یہاں تک کہ انسپکٹر جمشید ان تک پہنچ گئے، انھوں نے بتایا:

" تمام انتظامات کر لیے گئے ہیں — اب ہمیں وقت سے پہلے ہی لیڈی میڈیا کو لے کر جانا ہے۔"

" آپ کا مطلب ہے — پروگرام شروع ہونے سے بھی پہلے وہاں جانا ہے؟"

" ہاں! وہاں ان کے لیے ایک محفوظ جگہ بنائی گئی ہے، پروگرام شروع ہونے سے پہلے یہ وہاں رہیں گی اور ہم اپنا کام کریں گے۔"

" اور ہمارا کام کیا ہو گا؟"

" یہ میں تمھیں پھر بتاؤں گا — آؤ اب چلیں — باہر تمام تر

حفاظتی انتظامات کیے جا چکے ہیں، جس گاڑی میں انھیں لے
جایا جائے گا، وہ بم پروف ہے — گویا راستے میں اگر کوئی
بم بھی دے مارے، تب بھی ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"بہت خوب! آپ نے میرے لیے بہت کچھ کیا، میں
آپ کے احسانات کو زندگی بھر بھلا نہیں سکوں گی۔"

"یہاں آپ غلطی کر رہی ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟"

"یہ سب، ہم نے آپ کے لیے نہیں، اپنے ملک کو بدنامی
سے بچانے کے لیے کیا ہے۔"

"خیر خیر — یہی سہی۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"آپ کو بُرا لگا؟"

"ہاں!" اس نے فوراً کہا۔

"اگر آپ مسلمان ہوتیں — تو پھر میں یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ
ہم نے یہ سب آپ کے لیے بھی کیا ہے۔"

"لیکن ابا جان! یہ ہمارے ملک میں مہمان تو ہیں۔" فرزانہ
نے اعتراض کیا۔

"اوہ ہاں! واقعی — مہمان کی عزت کرنا ہمارا فرض
ہے چاہے مہمان غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، لیکن جہاں تک
اتنے بڑے پیمانے پر انتظامات کا سوال ہے — وہ مُلک

کے لیے ہی کیے گئے ہیں۔"

"خیر خیر — یُونہی سہی۔" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"ابا جان! آپ نے انھیں اداس کر دیا۔" محمود نے کہا۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔"

"جی ہاں! یہ تو خیر ہے۔"

آخر لیڈی میڈیا کو اس گاڑی میں بٹھایا گیا — اور یہ قافلہ
عوامی ہال کی طرف روانہ ہوا — ملٹری اور سادہ لباس والے بالکل
چوکس ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور کسی بھی صُورتِ حال سے
نمٹنے کے لیے بالکل تیار تھے — عوامی ہال کے اُوپر ایک خاص
کمرے میں لیڈی میڈیا کو لایا گیا۔

"یہ کمرہ عجیب کمرہ ہے — آپ اس کو اندر سے بند کر
لیں تو بھی باہر ہونے والی کارروائی کو بخوبی دیکھ سکتی
ہیں — اگر باہر کوئی خطرہ نظر آئے تو آپ اس بٹن کو
دبا دیجیے گا — ملٹری کے جوان فوراً آپ تک پہنچ جائیں
گے — خیال رہے — صرف ملٹری کے جوان آپ تک آئیں
گے — اور کوئی نہیں — یہاں تک کہ ہم بھی نہیں۔"

"کیوں — آپ کیوں نہیں؟"

"اس لیے کہ ہماری اس وقت ایک اور ڈیوٹی لگی ہو
گی — پروگرام شروع ہونے تک ہم اس ڈیوٹی پر رہیں

گے، پھر اندر آ جائیں گے اور آپ کو سٹیج پر پہنچائیں گے"
انھوں نے کہا۔
"بہت خوب! ایسے میں ہمیں یہاں کوئی خطرہ محسوس
نہیں کر رہی۔"
"بہت خوب! ہم اب چلتے ہیں۔"
وہ باہر نکل آئے۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اب
انسپکٹر جمشید نے دروازے پر تالا لگا دیا اور چابی جیب
میں رکھ لی۔
"اس کی کیا ضرورت تھی ابا جان؟"
"ضرورت ہے، لیکن لیڈی میڈیا کو بتانے کی ضرورت
نہیں تھی کہ ہم باہر سے بھی تالا لگائیں گے۔"
"کیا آپ کے خیال میں لیڈی میڈیا کو یہاں سے اغوا
کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے؟"
"بالکل۔ وہ لوگ اپنا پورا زور لگائیں گے، اس کے لیے
انھوں نے زبردست منصوبہ سازی کی ہو گی اور ہمیں معلوم
نہیں کہ ان کا منصوبہ کیا ہو گا۔ ایک بات میں یقین سے
کہہ سکتا ہوں۔ وہ لائٹ آف کریں گے، جبکہ ہم نے ڈبل
انتظام کر رکھا ہے اور ہال میں اندھیرا نہیں ہو سکے گا۔"
"لیکن ابا جان! سوال یہ ہے کہ وہ اندھیرا کیوں نہیں کر

سکیں گے؟"
"بھئی اگر وہ مین سوئچ بھی کسی طرح آف کر دیتے ہیں،
تب بھی اندھیرا نہیں ہو گا۔ دوسری لائٹیں جل رہی ہوں
گی۔" انھوں نے بتایا۔
"اور اگر انھوں نے ان دوسری لائٹوں کو بجھانے کی منصوبہ
سازی کر رکھی ہو گی تو؟"
"اس امکان کا جائزہ بھی لے لیا گیا ہے۔ دوسری
لائٹوں کا کنٹرول روم خفیہ جگہ بنایا گیا ہے۔ اس کے
بارے میں کسی کو خبر نہیں۔ صرف ہمارے دفتر کے سادہ
لباس والوں کو علم ہے اور وہی اس کنٹرول روم میں موجود
ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا، پھر بولے: "اور ہال کے چاروں
طرف ملٹری ہی ملٹری ہو گی، ہال میں داخل ہونے والے
ہر فرد کی تلاشی لی جائے گی۔"
"لیکن تلاشی لینے والوں سے غلطی بھی تو ہو سکتی ہے؟"
"ان امکانات کو ختم کر دیا گیا ہے۔"
"کیا مطلب۔ کس طرح ختم کر دیا گیا ہے بھلا؟"
"ایک بہت ہی خوب صورت طریقے سے۔ عوامی ہال کے
آٹھ دروازے ہیں، لیکن پروگرام کے وقت صرف دو دروازے
کھولے جائیں گے۔ اندر داخل ہونے والے صرف دو

دروازوں میں سے داخل ہوں گے۔"

"لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ امکانات ختم ہو گئے؟"

"ہو گئے ہیں نا بھئی۔" وہ مسکرائے۔

"ضرور کوئی خاص بات ہے۔ جو آپ بتا نہیں رہے۔"

"میں اس خیال سے نہیں بتا رہا کہ تمھارے منہ بن جائیں گے۔"

"جی کیا مطلب۔ ہمارے منہ بن جائیں گے۔ تت۔ تو کیا۔ دونوں دروازوں پر ہم کھڑے ہو کر تلاشی لیں گے؟"

"بالکل ٹھیک سمجھے۔" انھوں نے کہا۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا، لیکن ان کے چہروں پر ذرا بھی ناگواری نہیں تھی۔ بلکہ ان کے چہروں پر پایا جانے والا جوش کہہ رہا تھا کہ وہ اس ڈیوٹی سے ناخوش ہرگز نہیں ہوئے۔

بے چینی

عوامی ہال میں لوگوں کی آمد ابھی شروع نہیں ہوئی تھی، دروازوں پر لکھ کر لگا دیا گیا تھا کہ اندر داخل ہونے سے پہلے سب کو تلاشی دینا ہو گی، اگر کسی کو یہ بات ناگوار گزرے تو وہ بے شک واپس تشریف لے جائیں۔ ٹکٹ پہلے سے فروخت کر دیے گئے تھے۔ آفیسر اور شہر کے بڑے لوگوں کو پاس جاری کیے گئے تھے۔ ایک دروازے پر محمود اور فاروق کھڑے تھے تو دوسرے پر انسپکٹر جمشید اور فرزانہ۔ محمود اور فاروق اس وقت بہت خوش گوار موڈ میں تھے اور اِدھر اُدھر کی ہانک رہے تھے:

"مزا آ رہا ہے بھئی۔" محمود کہہ رہا تھا۔

"ابھی کیا ہے۔ اور آئے گا۔" فاروق مسکرایا۔

"لیکن فرزانہ بور ہو رہی ہو گی۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ ابا جان کے ساتھ گئیں تو ہانک نہیں سکے گی۔"

"تو پھر کیا میں اسے یہاں بلا لاؤں اور ابا جان کے سا[illegible] اکرام کو کھڑا کر دیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا — ویسے یہاں انکل اکرام آس پاس موجود ہی ہیں۔"

"اچھا تو پھر میں لے آتا ہوں اسے، امید ہے، ابا جان اس تجویز کی مخالفت نہیں کریں گے۔"

یہ کہ کر فاروق دوسرے دروازے کی طرف چلا گیا —

انسپکٹر جمشید نے اسے دیکھا تو ناخوش گوار لہجے میں بولے:

"یہ تم نے پہلی غیر ذمے داری کا ثبوت دیا ہے، تمھیں دروازہ چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"ابا جان! وہاں ابھی رش زیادہ نہیں ہے — اور محمود موجود ہی ہے — آپ مہربانی فرما کر فرزانہ کو وہاں بھیج دیں — یہ بے چار[illegible] یہاں بور ہو رہی ہو گی۔"

"بالکل غلط — میں نہیں — تم دونوں میرے بغیر بور ہو رہے ہو گے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"خیر — یونہی سہی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے، فرزانہ تم اس کے ساتھ جاؤ — میں اکرام

[illegible]ے ساتھ شامل کر لیتا ہوں۔"

"بہت بہتر ابا جان۔" اس نے کہا اور فاروق کے ساتھ دروازے کی طرف چل پڑی —

"تو تم آ ہی گئیں — نہیں رہا گیا نا ہمارے بغیر۔"

"یہ بھی ایک ہی رہی — خود مجھے بلایا اور اب۔" فرزانہ [illegible] چلا کر کہا۔

"ہاں تمھارے خیال سے ہی تو بلایا — کہ بور ہو رہی [illegible]ں گی۔"

"میں ہرگز وہاں بور نہیں ہو رہی تھی — سنا تم نے۔"

"ہاں سن لیا، ہم بہرے نہیں ہیں — اب مہربانی فرما کر [illegible]روع کرو — جلی کٹی نہ سناؤ، کیونکہ تمھاری جلی کٹی باتیں [illegible]سن کر پہلے ہی ہمارے کان پک چکے ہیں۔" فاروق نے [illegible] بنایا۔

اور پھر لوگوں کی آمد شروع ہو گئی — وہ پوری ہوشیاری [illegible] تلاشی لینے لگے — ہر کوئی خوش گوار انداز میں تلاشی [illegible] رہا تھا — عین اس وقت دو میاں بیوی دروازے پر [illegible]رکے:

"یہ کیا ہے بھئی — یہ تلاشی کس سلسلے میں ہو رہی ہے؟"

"آپ یہ نوٹس پڑھ لیں۔" فاروق نے کہا۔

"وہ تو میں پڑھ چکا ہوں، لیکن اگر یہاں آئی جی صاحب
آ گئے تو کیا تم ان کی بھی تلاشی لو گے؟"

"ہاں جناب — ان کی بھی۔" محمود نے پُرسکون آواز میں
جواب دیا۔

"اور اگر صدرِ مملکت آ جائیں؟"

"ان کی بھی — اس لیے کہ قانون سے کوئی بھی بالاتر
نہیں ہے۔"

"بس رہنے دو — ابھی صدر صاحب آ جائیں گے تو
پیشاب نکل جائے گا۔"

"دیکھیے جناب — آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔"

"ارے بڑھوں گا کیوں نہیں — سیدھی طرح مجھے راستہ
دو — ورنہ مجھے اور طریقے بھی آتے ہیں۔"

"پہلے آپ وہ اور طریقے آزما لیں۔"

"اچھا یہ بات ہے — میں دیکھتا ہوں، تم مجھے کس
طرح روک سکتے ہو۔"

"شکریہ! جب دیکھ چکیں، ہمیں بھی بتا دیں۔" فاروق بولا۔

"کیا مطلب — میں ابھی دیکھوں گا — ادھار نہیں کروں گا
آؤ بیگم۔" یہ کہہ کر اس نے آگے قدم بڑھایا۔

"پہلے آپ یہ سن لیں کہ ہمیں یہ اجازت ہے کہ بغیر
اجازت اندر کسی کو بھی داخل نہ ہونے دیں اور کوئی زبردستی
کرے تو اسے فوج کے ذریعے دروازے پر سے ہٹا دیا
جائے — اب اگر آپ نہیں مانتے تو ہم فوج کو اشارہ
کریں — یا تو تلاشی دے دیں یا پھر پیچھے ہٹ کر کسی ایسے
آدمی کو تلاش کر لائیں جو آپ کو بغیر تلاشی کے اندر جانے
کی اجازت دلوا دے — لیکن اس سے بھی پہلے ایک اور بات
سن لیں۔" محمود نے شوخ آواز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ اجازت صرف اور صرف ہمارے والد صاحب دے
سکتے ہیں آج کے دن — مطلب یہ کہ صدر صاحب کی اجازت
بھی نہیں چلے گی۔"

"میں تم لوگوں کو دیکھ لوں گا۔"

"ہمیں اب دیر ہو رہی ہے جناب — آپ ایک طرف
ہو کر فیصلہ کریں۔" پیچھے سے کسی نے کہا۔

"میرا نام پروفیسر ذاکر ہے — ایٹمی پلانٹ کا ایک ذمے دار
آفیسر ہوں — یہ بات نوٹ کر لیں — میں جب واپس آؤں گا
تو تم مجھے بغیر تلاشی کے اندر جانے کی اجازت دو گے۔"
یہ کہہ کر وہ مڑنے لگا۔

"ایک منٹ جناب۔" ایسے میں فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"کیوں۔ ہار مان لی۔ ہو گئے مجبور ہمیں بغیر تلاشی کے بھیجنے
پر۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"آپ نے اپنا نام پروفیسر ذاکر بتایا ہے نا؟"

"ہاں کیوں۔ کیا اس نام پر بھی اعتراض ہے؟"

"جی نہیں۔ اب آپ کو اور وجہ سے روکا گیا ہے۔" یہ کہ
کر فرزانہ نے چٹکی بجائی۔ فوراً ہی چار ملٹری مین ان کے گرد
کھڑے ہو گئے۔ ان کے پستول ان کی طرف تن گئے۔

"یہ۔ یہ۔ یہ کیا۔"

"تلاشی دیئے بغیر تو آپ واپس بھی نہیں جا سکیں گے۔"

"کیا کہا۔" اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"ارے بھئی۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں دیر ہو رہی
ہے۔" پیچھے سے ایک بھاری بھرکم سی اور بیٹھی ہوئی سی
آواز سنائی دی۔

انھوں نے اس طرف دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی
ایک ادھیڑ عمر کی ایک عورت کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔

"آئیے جناب آئیے۔" محمود نے کہا۔

"یہ آپ نے پروفیسر ذاکر کو کیوں روک رکھا ہے۔"

"اوہو۔ ڈاکٹر جالب رازی۔ یہ آپ ہیں۔ ذرا دیکھیے
تو۔ یہاں ہم جیسوں کے ساتھ کیسا سلوک ہو رہا ہے۔" پروفیسر

ذاکر نے چلا کر کہا۔

"کیا۔ کیسا؟" ڈاکٹر رازی نے گھبرا کر کہا۔

پروفیسر ذاکر نے انھیں تفصیل سنا دی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے پروفیسر صاحب۔ تخریب کاری
صرف اور صرف اس صورت میں رک سکتی ہے کہ تلاشی کے
دوران کسی کا کوئی لحاظ نہ کیا جائے۔"

"آپ بھی یہ کہہ رہے ہیں۔"

"پوری دنیا آج کل بموں کے دھماکوں سے لرز رہی ہے،
جب سب تلاشی دے رہے ہیں تو اس میں بے عزتی والی
کون سی بات ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نہیں جاؤں گا تلاشی دے کر۔"

"لیکن اب تو آپ تلاشی دے کر واپس بھی نہیں جا
سکیں گے۔" محمود نے گویا یاد دلایا۔

"دیکھا آپ نے۔"

"خیر بھئی۔ آپ انھیں واپس تو جانے دیں۔ آخر واپسی
کے لیے تلاشی لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ضرورت ہے۔" محمود نے کہا۔

"آپ لوگ جانے پہچانے سے ہیں۔ کون ہیں آپ بھلا؟"
ڈاکٹر جالب نے کہا۔

"انسپکٹر جمشید کے بچے — محمود، فاروق اور فرزانہ۔"

"میں سمجھ گیا — آپ نے سنا پروفیسر ذاکر — یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں — لہذا آپ کو تلاشی دے ہی دینی چاہیے۔"

"نہیں ڈاکٹر صاحب — اس طرح بہت سبکی ہوتی ہے۔ میں تلاشی نہیں دوں گا۔"

"اس صورت میں ہم ملٹری پولیس سے کہیں گے کہ وہ زبردستی تلاشی لے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"کیا کہا تم نے — تم زبردستی تلاشی لو گے۔"

"اگر آپ خود نہیں دیں گے۔"

"اچھی بات ہے — لے لو بھئی تلاشی — میں دیکھ لوں گا تم لوگوں کو۔"

"ضرور دیکھ لیجیے گا — ہمیں خوشی ہو گی۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کس بات کی خوشی ہو گی۔" پروفیسر ذاکر نے بھنا کر کہا۔

"یوں تو خوشی کسی بات کی بھی ہو سکتی ہے، لیکن اس موقعے پر خوشی اس بات کی ہو گی کہ آپ ہمیں دیکھ رہے ہوں گے۔"

"حد ہو گئی — عجیب ہونقوں سے پالا پڑا ہے — تم انسپکٹر جمشید کے بچے ہو۔"

"جی ہاں! بالکل ہیں۔"

"یقین نہیں آ رہا۔"

"نہ کریں یقین، اس سے کیا فرق پڑ جائے گا۔" فرزانہ نے ہ بنایا۔

آخر پروفیسر ذاکر کی تلاشی لی گئی — تلاشی کے دوران ان ی ہر چیز کو اچھی طرح دیکھا گیا — ایسے میں محمود نے بلند واز میں کہا:

"ان کی چھتری کا بغور جائزہ لینا چاہیے۔"

"ہاں! اس لیے کہ میں چھتری میں اسلحہ بند کر کے یا ہوں۔" اس نے طنزیہ کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔"

جدید آلات کی مدد سے تلاشی لینے میں صرف ایک ٹ لگا اور پھر ان کے آفیسر نے کہا:

"کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے۔"

"اب اگر آپ اندر جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔"

"جائیں گے کیوں نہیں — اندر جا کر ہی تو میں تم لوگوں کے خلاف نفرت کا بازار گرم کروں گا، لوگوں کو بھڑکاؤں گا، سلگاؤں گا، تپاؤں گا۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" فاروق گھبرا گیا۔

وہ دونوں پاؤں پٹختے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

"اوہو ڈاکٹر جالب صاحب۔ آپ اب تک باہر کھڑے ہیں۔"

"میں ذرا یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔"

"کیا ہم نے ناانصافی کی ہے؟"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ یہ آدمی ہی جھکی واقع ہوئے ہیں۔"

"آئیے۔ اب ذرا آپ کی تلاشی بھی لے لی جائے۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

ان کی بھی تلاشی لی گئی، لیکن کوئی قابلِ اعتراض چیز نہ ملی۔ اور وہ اندر کی طرف بڑھ گئے۔ ایسے میں ایک آواز اُبھری:

"ہائیں! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔" آواز پروفیسر داؤد کی تھی۔ ان کے ساتھ شائستہ بھی تھی۔

"شاید آپ ہمیں دیکھ کر حیران ہوئے ہیں انکل۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"شاید نہیں۔ یقیناً۔ بھئی کوئی بات بغیر شاید کے بھی کر لیا کرو۔" پروفیسر داؤد بُرا مان گئے۔

"بہت بہتر۔ آئندہ کوشش کریں گے کہ آپ سے گفتگو کرتے وقت شاید کی ٹانگ نہ اڑائیں۔"

"ویسے انکل۔ آپ کو شاید شاید سے چڑ ہے۔" فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"بہت شریر ہو گئی ہو۔" پروفیسر داؤد ہنسے۔

"آپ کچھ غلط نہیں کہہ گئے انکل۔" محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب۔ میں اور غلط کہہ گیا۔ کیا غلط کہہ گیا؟"

"یہ کہ بہت شریر ہو گئی ہو۔ یہ محترمہ شریر تھیں کب نہیں۔" محمود نے کہا۔

"اچھا، اب تم میری تلاشی شروع کرو۔ ورنہ خان رحمان بھی پہنچ جائیں گے اور پھر ہمارا اندر کی طرف سرکنا مشکل ہو جائے گا۔"

"اوہو۔ تو وہ بھی آ رہے ہیں۔ حیرت ہے۔ آپ لوگ بھی گانے بجانے کا شوق رکھتے ہیں۔"

"بالکل نہیں۔ یہ تم نے بالکل غلط بات کر دی۔"

"تو پھر اس پروگرام میں اور کیا ہو گا۔"

"یہ پروگرام مُلکی سطح کا ہے۔ اور ہمیں سرکاری طور پر مجبوراً آنا پڑتا ہے۔ صدر صاحب کا حکم ملا تھا کہ آنا ہو گا۔ اسی طرح خان رحمان کو بذریعہ حکم بلایا گیا ہے۔ ورنہ ہم تو ایسے پروگراموں میں ہرگز نہیں جاتے اور اب بھی تم اندر جا کر دیکھ لو گے۔ ہم الگ تھلگ جا کر بیٹھ جائیں گے،

جہاں شاید آواز بھی نہ آ سکے۔"

"شکریہ انکل - آیئے آپ کی تلاشی بھی لے لیں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

"تو تم ابو کی بھی تلاشی لو گے۔" شائستہ نے حیران ہو کر کہا۔

"یہاں ہم مجبور ہیں - اگر ابا جان بھی اندر داخل ہونا چاہیں گے تو ان کی بھی تلاشی لی جائے گی اور اگر ہم خود اندر داخل ہوں گے تو ایک دوسرے کو تلاشی ..." اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے - آئی جی شیخ نثار احمد اور ڈی آئی جی افتخار احمد خان کی کار اس وقت وہاں آ کر رکی تھی - پھر دونوں کار سے اتر کر ان کی طرف آئے -

"اوہو - پروفیسر صاحب - تو آپ تشریف لے آئے۔" آئی جی صاحب بولے -

"میں صدرِ مملکت سے احتجاج کروں گا - آخر اس قسم کی محفلوں میں ہم جیسوں کا کیا کام؟"

"تو کیا آپ کو ان کی طرف سے ہدایت ملی تھی؟"

"جی ہاں! اور خان رحمان کو بھی۔"

"اب اس میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں - اوہو بھئی محمود - تم ان کی بھی تلاشی لے رہے ہو۔"

"سر! ہم تو آپ کو بھی بغیر تلاشی کے اندر نہیں جانے دیں گے۔"

"اوہ - اوہ۔" دونوں بوکھلا اٹھے - پھر آئی جی صاحب نے دبی آواز میں کہا:

"دیکھو بھئی - کتنے لوگ دیکھ رہے ہیں ہماری طرف لہٰذا تم کم از کم ہم دونوں کو تو تلاشی کے بغیر اندر جانے دو - ہٹو آگے سے۔"

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے سر - تلاشی تو ہو گی۔"

"بھئی - لوگ ہر طرف کھڑے ہیں اور اس منظر کو دیکھ رہے ہیں - ہماری بہت بے عزتی ہو گی۔"

"تب پھر - آپ کو چاہیے تھا - ہمیں یہاں نہ کھڑا کرتے۔" محمود برا مان گیا۔

"اوہو - تم تو برا مان گئے - خیر بھئی - لے لو تلاشی - ویسے ایک بات بتاؤں۔" آئی جی صاحب مسکرائے۔

"جی فرمائیے۔"

"بس صرف یہ دیکھ رہا تھا کہ تم کہیں ہمارے ساتھ نرمی تو نہیں کرتے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - ابھی ابھی پروفیسر ذاکر اڑ گئے تھے - لیکن ہم نے بھی ان کو تلاشی لے کر ہی اندر

جانے دیا۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اب وہ اندر ہماری جان کھائے گا۔"

"آپ ان سے کہہ سکتے ہیں۔ یہ صدر صاحب کا حکم ہے۔"

"یہ تو خیر کہوں گا۔ اچھا جلدی کرو۔ اب مہمانوں کے آنے کی رفتار میں تیزی آگئی ہے۔"

انھوں نے جلدی جلدی تلاشی لی اور انھیں بھی اندر جانے دیا۔ لوگ آتے رہے۔ جاتے رہے۔ اچانک صدرِ مملکت کی آمد کا اعلان ہوا۔ سب لوگ چوکس کھڑے ہو گئے۔ اور پھر صدر صاحب کی گاڑی آکر رکی۔ وہ آگے بڑھے۔

"بہت خوب۔ میرا خیال ہے۔ تلاشی کا کام خوبصورتی سے ہو رہا ہے۔"

"یس سر۔ ابھی تک ایک آدمی بھی اندر ایسا نہیں جا سکا جس کی ہم نے تلاشی نہ لی ہو۔"

"گویا میں پہلا آدمی ہوں گا۔"

"نو سر۔ آپ بھی پہلے آدمی نہیں ہوں گے۔ بلکہ اندر اس قسم کا کوئی پہلا آدمی نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ خود ہم بھی نہیں۔ ابا جان بھی نہیں۔ ابا جان انکل اکرام کو تلاشی دے کر جائیں گے اور انکل اکرام ابا جان کو۔ اسی طرح ہم بھی آپس میں تلاشی لیں گے۔"

"واہ بھئی۔ مان گیا تم لوگوں کو۔ اسی لیے میں نے یہ سوال کیا تھا۔"

"شکریہ سر۔" تینوں ایک ساتھ بولے۔

انھوں نے صدر صاحب کی بھی خوب اچھی طرح تلاشی لی اور پھر انھیں اندر جانے دیا۔ اسی وقت ایک اور خوفناک قسم کا آدمی آ کر رکا۔ اس کے اردگرد باڈی گارڈ ہی باڈی گارڈ تھے۔ وہ بہت رعب اور دبدبے کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھا۔ ملٹری کے جوانوں نے اسے اشارے سے بتایا۔

"اس طرف جائیے جناب۔ پہلے تلاشی ہو گی۔"

"کیا کہا۔ تلاشی ہو گی۔ ناممکن۔" اس نے غرا کر کہا۔

"ابھی ابھی صدر مملکت اندر گئے ہیں۔ ان کی بھی تلاشی لی گئی۔"

"لی گئی ہو گی۔ میں نہیں دوں گا۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"آپ کی تعریف؟"

"خان دادان۔ سنا ہے نام کبھی؟"

"جی نہیں۔ اتفاق نہیں ہوا۔" محمود نے کہا۔

"ابھی ہمارے ملازم آئیں گے۔ وہ ہمارا اصل تعارف کرائیں گے۔"

"اگر آپ تلاشی کے بغیر اندر جانا چاہتے ہیں تو ایک طرف کھڑے ہو جائیں — اور ہمیں اجازت نامہ لا کر دے دیں، ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔"

"اور اجازت کس سے ملے گی؟"

"صدرِ مملکت سے — وہ اندر جا چکے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں — فون پر ان سے بات ہو سکتی ہے۔ میری گاڑی میں فون ہے۔"

یہ کہ کر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے — ادھر یہ تینوں دوسرے لوگوں کی تلاشی لیتے رہے — کام تیزی سے ہو رہا ہے۔ ایک وقت میں تین آدمی بھگت رہے تھے — ادھر انسپکٹر جمشید اور اکرام بہت تیزی سے کام کر رہے تھے۔ آخر فون پر انھیں اشارہ ملا — محمود نے ریسیور اٹھایا تو صدر صاحب کی آواز سنائی دی۔

"بھئی محمود — میں معافی چاہتا ہوں — تم ایسا کرو کہ کم از کم خان داران کو تلاشی کے بغیر اندر آنے دو — میری ذمے داری پر۔"

"تب پھر سر — لیڈی میڈیا کو اغوا کر لیا جائے گا — یہ سوچ لیں۔" محمود نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"فرض کریں — وہ صاحب خان داران ہی ہیں — جو اس سارے منصوبے کی دیکھ بھال کر رہے ہیں تو پھر — کیا اس طرح ہم ناکام نہیں ہو جائیں گے اور وہ کامیاب، ایسا نہ کریں سر — آخر یہ خان داران کون ہے؟"

"کئی بڑی طاقتوں کا منظورِ نظر — نہ جانے اس میں کیا بات ہے — کہ ہر بڑی طاقت اسے پسند کرتی ہے۔" انھوں نے کہا۔

"لیکن اس میں ہمارا کیا قصور — ہم تو کسی کو بھی بغیر تلاشی کے اندر نہیں جانے دیں گے۔"

"میں حکم دوں گا — تب بھی نہیں۔"

"جی نہیں — بلکہ بالکل نہیں۔" محمود نے کہا۔

"بہت خوب محمود — تم لوگ اس ملک کے سچے خیر خواہ ہو — اور یہ لوگ جو تلاشی دینے پر اڑ جاتے ہیں — یہ اس ملک کے وفادار نہیں ہو سکتے — اگر وفادار ہوتے تو بغیر کسی اعتراض کے تلاشی دے دیتے۔"

"جیسا کہ ڈاکٹر جالب تلاشی دے کر گئے ہیں — کیا وہ بڑے آدمی نہیں ہیں؟"

"بالکل ہیں۔"

"انھوں نے تو تلاشی دیتے وقت کوئی اعتراض نہیں

کیا تھا سر۔"

"ٹھیک ہے محمود۔ آج کی رات تمھاری ہے۔ میں اپنے
اختیارات سے کام نہیں لوں گا۔" انھوں نے کہا اور ریسیور
رکھ دیا۔ پھر ملٹری مینوں کو بات سمجھائی۔

"ان سے صرف اتنا کہ دیں کہ صدر صاحب نے
بھی یہی کہا ہے کہ بغیر تلاشی کے اندر نہیں جا سکتے۔
اب اگر تلاشی دینا منظور ہے تو آگے آئیے۔ ورنہ یہیں
سے واپس چلے جائیے۔ اب بحث وغیرہ کا وقت
نہیں ہے۔ آنے والوں کی رفتار میں اب بہت تیزی آ
گئی ہے۔"

"او کے۔" ملٹری مین نے کہا اور جا کر خان داران
سے بات کی۔

خان داران کی کار واپس مڑ گئی۔ اور فوراً ہی ان
کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"اس مصیبت سے تو نجات ملی۔" محمود نے پُر سکون
آواز میں کہا۔

"ہماری طرف یہ حال ہے۔ تو نہ جانے ابا جان
کی طرف کیا حال ہو گا۔"

"وہ بھی تلاشی کے بغیر کسی کو اندر نہیں جانے دیں
گے۔ فکر نہ کرو۔"

اور پھر ایک گھنٹے بعد تمام لوگ اندر جا چکے تھے۔
اب محمود نے فاروق کو تلاشی دی۔ فاروق کی تلاشی
فرزانہ نے لی اور فرزانہ کی تلاشی بھی دونوں نے لی۔
اس طرح وہ بھی اندر داخل ہوئے۔ ان کے اندر داخل
ہوتے ہی یہ دروازہ تو بند کر دیا گیا۔ پھر وہ دوسرے
دروازے کی طرف بڑھے۔ ابھی انسپکٹر جمشید اندر نہیں
آئے تھے۔ گویا ان کی طرف چند آدمی رہتے تھے۔ ان
کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ چند آدمی بھی اندر آ گئے۔ اور
پھر انسپکٹر جمشید اور اکرام اندر داخل ہوئے۔ دروازہ بند
کر دیا گیا۔

"اب تم تینوں فوراً لیڈی میڈیا کے پاس پہنچ جاؤ۔
جب اس کے نام کا اعلان ہو۔ اسے سٹیج پر لے آنا۔"

"او کے ابا جان۔"

"تلاشی کے دوران کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی؟" انسپکٹر جمشید
نے پوچھا۔

"ہوئی بھی اور نہیں بھی۔" یہ کہ کر محمود نے تمام تفصیل
سنا دی۔

"بہت خوب! میری طرف بھی کئی آدمیوں نے ضد کی،

اڑ گئے، لیکن میں نے تلاشی کے بغیر کسی کو اندر نہیں جانے
دیا۔ اب تم فوراً لیڈی میڈیا کے پاس پہنچ جاؤ۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم یہ گئے۔"

انھوں نے اس کمرے کا رُخ کیا۔ جس میں لیڈی میڈیا
کو رکھا گیا تھا۔ وُہ پُر سکون انداز میں بیٹھی نظر آئی:

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ہم نے دشمنوں کے منصوبوں
کو بُری طرح ناکام بنا دیا ہے۔" محمود نے کہا۔

"یہ کس بات سے معلوم ہوا؟" لیڈی میڈیا نے پوچھا۔

"پروگرام شروع ہے۔ اور آپ کی باری آیا ہی چاہتی ہے،
ہم اب آپ کو سٹیج تک لے جا رہے ہیں، ہمارے اردگرد
خاص لوگوں کی ڈیوٹی ہے۔ یہ سب لوگ جان تو دے سکتے
ہیں، لیکن آپ کو خطرے میں چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتے۔
ان حالات میں کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کامیاب ہوگئے
اور ہمارے دشمن کا ناکام۔"

"ابھی نہیں۔ جب تک مَیں گا نہیں لیتی اور جج اپنا
فیصلہ نہیں سُنا دیتے، اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"ہُوں۔ خیر۔ اب اس میں بھی کتنا وقت رہ گیا ہے۔"

اور وُہ لیڈی میڈیا کو لے کر سٹیج کی طرف چل پڑے،
ملٹری کے جوان اور سادہ لباس والے چوکنے انداز میں

ان کے اِردگرد چل رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں
جدید ترین اسلحہ تھا۔ اور پھر وُہ سٹیج تک پہنچ گئے۔ لیڈی
میڈیا اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اور وُہ وہیں اس کی کمر کی
طرف کھڑے رہے۔ ان کی توجہ گانے کی طرف نہیں تھی۔
وہ تو صرف اور صرف ہال کا جائزہ لے رہے تھے۔ اچانک
فرزانہ نے شدید بے چینی محسوس کی۔

اغوا

"مم — میں بہت بے چینی محسوس کر رہی ہوں۔" اس نے سرگوشی کی۔

"یہ جان کر بہت خوشی ہوئی — اب مہربانی فرما کر وجہ بھی بتا دو۔" محمود نے فوراً کہا۔

"دُور دُور تک کوئی وجہ نظر نہیں آئی۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تو نزدیک نزدیک تلاش کر لو۔" فاروق نے مشورہ دیا۔

"تم مذاق سمجھ رہے ہو — میں واقعی بہت بے چین ہوں۔" فرزانہ نے کہا۔

"جب تک کوئی وجہ نہ ہو، ہم تمہاری بے چینی کو کس خانے میں فٹ کر سکتے ہیں۔"

"اس خانے میں بعض اوقات انسان کا لاشعور اسے انجانے خطرے سے خبردار کر دیتا ہے، اگرچہ خطرہ دُور دُور تک دکھائی نہ دے رہا ہو۔"

"تمہارے لاشعور کی بات کو اگر مان بھی لیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"فوری طور پر ابا جان کو یہاں بُلا لینا چاہیے۔"

"تم یہاں موجود رہو — انھیں میں لاتا ہوں — میں جانتا ہوں، وُہ کہاں ملیں گے۔" محمود نے پُرجوش انداز میں کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا — جلد ہی اِنسپکٹر جمشید، پروفیسر داؤد، خان رحمان اور اکرام وہاں موجود تھے — اور اس جگہ سے وُہ لیڈی میڈیا کو صاف دیکھ سکتے تھے —

"ہاں بھئی — اب بتاؤ۔"

"بتائیں کیا ابا جان — آپ کو یہاں صرف فرزانہ کی چھٹی حس کے تحت بُلایا ہے۔" فارُوق نے منہ بنایا۔

"اور فرزانہ کی چھٹی حس کا کیا کہنا ہے؟"

"یہ کہ کچھ ہونے والا ہے۔"

ہمارے تمام انتظامات مکمل ہیں — کسی گڑبڑ کا کوئی امکان نہیں ہے — ہم نے ہر بات کا پہلے سے حساب کتاب لگا لیا ہے — وہ زیادہ سے زیادہ پورے ہال کی لائٹ آف کر سکتے ہیں — اور پھر اپنا کام کر سکتے ہیں، لیکن میں جانتا ہوں — لائٹ آف کرنے سے کچھ نہیں ہو گا، ہال میں اندھیرا نہیں ہو سکے گا، کیونکہ میں نے دوہرا

انتظام کر رکھا ہے۔"

"یہ سب باتیں جانتے ہوئے بھی آخر میں کیوں بے چینی محسوس کر رہی ہوں۔" فرزانہ نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ تمہیں وہم ہو گیا ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"لیڈی میڈیا کی باری آنے میں کتنا وقت ہے ابا جان؟" فرزانہ نے جیسے فاروق کا جملہ سُنا ہی نہیں۔

"صرف دس منٹ باقی ہیں — لیڈی جوزا گا رہی ہے، اصل مقابلہ تو ان دونوں میں ہی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہوں! خیر — اب یہ فیصلہ تو دس منٹ بعد ہی ہو سکتا ہے — کہ میری چھٹی حس درست تھی یا غلط — اللہ کرے کہ غلط ہی ہو — ورنہ ہماری محنت بے کار جائے گی۔"

"گویا ہم ان دس منٹوں میں فرزانہ کے وہم کی تصدیق کرنے کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔"

"کیوں بھئی اکرام — فرزانہ کے وہم کے بارے میں ہم کیا کر سکتے ہیں بھلا؟"

"ہمارے پاس دس منٹ ہیں، آپ پروفیسر داؤد سے مشورہ کر لیں۔" اکرام نے کہا۔

"کیا مطلب اکرام — تم کیا کہنا چاہتے ہو — بھلا پروفیسر

صاحب اس بارے میں کیا مشورہ دے سکتے ہیں۔"

"ہاں اور کیا، بھلا میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔" انھوں نے کہا —

"کوئی ایسا طریقہ ہے — کہ لائٹ آف بھی نہ کی جائے اور اندھیرا ہو جائے۔"

"کیا کہہ رہے ہو بھئی؟" خان رحمان نے بُرا سا منہ بنایا۔

"انکل! بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"بات دراصل یہ ہے کہ میں نے ایک رسالے میں اس قسم کی کوئی بات پڑھی تھی — اس رسالے کے اس مضمون کے مطابق تو یہ بات ممکن ہے — اور ایسا طریقہ دریافت کر لیا گیا ہے۔"

"ہوں! کیوں پروفیسر صاحب۔" انسپکٹر جمشید فکر مندانہ انداز میں ان کی طرف مڑے —

"آپ پریشان کیوں ہو گئے ابا جان؟" فرزانہ بے چینی ہو گئی۔

"اس لیے کہ اکرام کی یادداشت بہت تیز ہے۔"

"مجھے افسوس ہے — میری یادداشت نے آپ کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔"

"اوہو جمشید — مارے گئے — اکرام کا خیال بالکل ٹھیک ہے — ایسا واقعی ممکن ہے۔" پروفیسر داؤد نے چلاتے

کے انداز میں کہا۔

"ل - لیکن - یہ ضروری تو نہیں کہ یہاں وہ طریقہ استعمال کر ہی لیا جائے۔" خان رحمان بولے۔

"اور اگر کر ہی لیا گیا ہو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ارے باپ رے - اس صورت میں ہمارا کیا حال ہو گا۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"وہی ہو گا - یعنی کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ہمیں کاٹنے کی کیا پڑی ہے۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"بلکہ تجھے پرائی کیا پڑی، اپنی نبیڑ تو۔" محمود مسکرایا۔

"ان لوگوں کو مکاروں کی پڑی ہے - اور ہمیں اپنے ملک کی۔"

"دھت تیرے کی - اس وقت سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر یہ طریقہ اختیار کر لیا گیا ہو تو کیا ہو گا - اور ہم اس صورت میں کیا کر سکیں گے۔"

"ہم سٹیج کو گھیرے میں لے لیتے ہیں - اپنے چند خاص آدمی اور بلا لیتے ہیں۔" اکرام نے کہا۔

"کم از کم یہ تو فوراً کر لو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور اکرام ایک طرف چلا گیا - وہاں سادہ لباس والے کھڑے تھے۔

"پروفیسر صاحب! آپ کیا کہتے ہیں؟"

"میں اس طریقے کا توڑ ضرور کر سکتا ہوں، لیکن مجھے اس کے لیے تجربہ گاہ جانا ہو گا - اور جب تک میں واپس آؤں گا، یہاں کھیل ختم ہو چکا ہو گا۔"

اسی وقت قدموں کی آواز ابھری - انھوں نے چونک کر دیکھا - صدر صاحب آئی جی صاحب کے ساتھ چلے آ رہے تھے - وہ ان کی طرف بڑھے:

"کیوں بھئی - ہر طرح خیریت تو ہے نا؟"

"یس سر - حالات پوری طرح ہمارے کنٹرول میں ہیں - دور دور تک مجرموں کی کامیابی کے امکانات نہیں ہیں، لیکن..." انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

"لیکن کیا بھئی؟" انھوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"لیکن یہ سر - کہ ابھی ابھی ایک بات سامنے آئی ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"ہم سب کی سوچ یہ تھی کہ مجرم لائٹ آف کر کے اپنا کام نکالنے کی کوشش کریں گے اور اس کے لیے انھوں نے کوئی پلان بنا رکھا ہو گا۔"

"بالکل ٹھیک - اس کے سوا بھلا وہ کر بھی کیا سکتے ہیں۔" صدر صاحب بولے۔

"لیکن ہم نے اس کا یہ علاج کیا کہ لائٹوں کا انتظام دوہرا کیا ہے۔ اگر کوئی مین سوئچ آف کر بھی دے، میرا مطلب ہے کسی طرح لائٹ آف کر بھی دے تو بھی یہاں اندھیرا نہیں ہوگا۔ بلکہ روشنی میں کمی بھی ہرگز نہیں آئے گی۔"

"بہت خوب! یہ تو اور اطمینان والی بات ہے۔ تم تو مجھے لیکن والی بات بتاؤ۔"

"لیکن اب ایک بات سامنے آئی ہے۔ اور وہ یہ کہ کوئی طریقہ سوچ لیا گیا ہے۔ جس کے ذریعے لائٹیں آف کیے بغیر بھی کسی جگہ اندھیرا کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا مطلب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ایسا ہو سکتا ہے سر۔"

"آخر کیسے؟" صدر صاحب بولے۔

"ایسے سر کہ آئن سٹائن نے اپنے ملک کے جنگی جہازوں کو دشمنوں کی نظروں سے غائب کرنے کے تجربات کیے تھے۔ اس کی سوچ یہ تھی کہ اگر دشمن کو ان کے بحری جہاز نظر نہ آئیں تو وہ زبردست کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس نے ایک نظریہ قائم کیا۔ وہ یہ کہ ہم کس طرح دیکھتے ہیں۔ ہماری آنکھوں سے کچھ شعاعیں سی نکلتی ہیں۔

اور اس چیز پر پڑتی ہیں۔ جس کو ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ شعاعیں اس چیز سے ٹکرا کر واپس آنکھوں تک آتی ہیں۔ اور جب وہ آنکھوں تک آتی ہیں تو ہم اس چیز کو دیکھ لیتے ہیں۔ آئن سٹائن نے یہ نظریہ قائم کیا کہ اگر وہ شعاعیں اس چیز میں ہی جذب کر لی جائیں تو دیکھنے والوں کو کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔"

"اوہ!" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"تو پھر انکل؟" فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"پھر یہ کہ اس نے تجربات پر تجربات کیے اور اس میں کامیاب ہو گیا کہ شعاعیں وہ چیز جذب کر لے۔ اب اگر لیڈی میڈیا میں وہ بات پیدا کر دی جائے کہ ہماری آنکھیں اسے نہ دیکھ سکیں تو مجرم انہیں اغوا کر سکتے ہیں، کیونکہ مجرم بھی ہمیں نظر نہیں آئیں گے۔" انھوں نے بتایا۔

"تو کیا آئن سٹائن کامیاب ہو گیا تھا؟" صدر صاحب نے پوچھا۔

"ہاں جناب۔ وہ کامیاب ہو گیا تھا، لیکن کوئی دوسرا یہ راز نہ جان سکا تھا۔ اب اس دور میں اگر پھر کسی نے یہ راز معلوم کر لیا ہے۔ اور اس کا تجربہ اس وقت

کرنا چاہتا ہے تو ہمارے سارے انتظامات دھرے کے
دھرے رہ جائیں گے۔"

"ارے باپ رے۔" صدر صاحب گھبرائے۔
"پھر۔ اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟"
"یہ صرف ایک خیال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم بلاوجہ
پریشان ہو رہے ہوں اور بات کچھ بھی نہ ہو۔" انسپکٹر جمشید
نے کہا۔
"لیکن جمشید۔ ہمیں انتظامات تو کر لینے چاہییں۔" صدر
صاحب بولے۔
"تمام تر حفاظتی انتظامات تو ہم پہلے ہی کر چکے
ہیں۔ اب اور کیا انتظامات کریں گے سر۔ صرف اور صرف
ایک ہی طریقہ رہ جاتا ہے۔"
"اور وہ کیا؟"
"لیڈی میڈیا کو گانا شروع کرنے سے پہلے ہی سٹیج
سے اٹھا لیا جائے۔"
"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"
"تب پھر، ہم صبر ہی کر سکتے ہیں۔"
"اور لیڈی میڈیا کی باری آنے ہی والی ہے۔ لیڈی جوزا
کا گانا ختم ہونے کے قریب ہے۔"

"ہمارے ذہن تو اس طرف سرے سے ہیں ہی نہیں۔
ہم تو صرف اور صرف اپنے ملک کو بے عزتی سے بچانا
چاہتے ہیں۔"
"اور ان شاء اللہ، ہم بچا لیں گے۔" خان رحمان نے کہا۔
عین اس وقت پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور تالیاں
پانچ منٹ تک گونجتی رہیں:
"یہ۔ یہ تو ایسا لگتا ہے۔ جیسے لیڈی میڈیا ویسے ہی
ہار گئی ہو۔"
"ہار جیت سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ان میں سے
کوئی جیتے، کوئی ہارے۔ ویسے بھی ابھی لیڈی میڈیا نے
کب گایا ہے۔ اس کا گانا اب شروع ہو رہا ہے۔
اور جب وہ گا چکے گی۔ تب دیکھنا ہوگا کہ تالیاں کتنی
دیر تک بجتی ہیں۔"
"تو کیا تالیاں کتنی دیر تک بجتی ہیں، اس بنیاد پر فیصلہ
ہوگیا۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔
انسپکٹر جمشید ہنس پڑے۔
"میرے ذہن میں ایک ...." فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔
ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا۔ لیڈی میڈیا
اپنی کرسی سے اٹھ کر اس جگہ کی طرف جا رہی تھی، جہاں

بیٹھ کر اسے گانا تھا ۔ اور انھوں نے دیکھا ۔ صرف
استقبالیہ تالیاں دس منٹ تک بجتی رہیں ۔
" اس کا تو استقبال اتنا لمبا ہو گیا ۔ لیڈی جوزا بے چاری
کیا کرے گی اب ۔" فرزانہ نے منہ بنایا ۔
" پھر وضاحت کر دوں ۔ ہار جیت تالیوں کے وقت
سے نہیں ہو گی ۔"
" ایسی کی تیسی میں جائے ہار جیت ۔ میں کہتا ہوں ۔
معاملہ خیریت سے نبٹ جائے ۔" صدر صاحب بولے اور پھر
آئی جی صاحب کو ساتھ لیے دوسری طرف چلے گئے ۔ اس
طرف ان کی کرسیاں تھیں ۔
" ہاں فرزانہ ، تم کچھ کہنے لگی تھیں ۔"
" ج ۔ جی ہاں ۔ کیا کوئی ایسی ترکیب ہو سکتی ہے ابا جان
کہ میں بالکل لیڈی میڈیا کے پاس جا کر بیٹھ جاؤں ۔"
" نہیں بھئی ۔ سٹیج پر اس وقت صرف اور صرف لیڈی
میٹپا ہے ۔"
" ہوں ! خیر ۔"
" پھر بھی ۔ تم نے سوچا کیا تھا ۔"
" یہ کہ بالکل اس کے نزدیک چلی جاتی ہوں ۔ کوئی گڑ بڑ
ہوئی تو اس سے چمٹ جاؤں گی ۔ اور اغوا ہونے سے بچا

وں گی ۔"
" اللہ اپنا رحم فرمائے ۔ تم یہ دعا کرو ۔ ایسا وقت ہی
نہ آئے ۔"
" آمین !"
لیکن ان کی تمام دعائیں نامنظور ہو گئیں ۔ اچانک ہال
میں مکمل اندھیرا ہو گیا ۔
" آخر وہ ہو گیا ۔ جس کا ڈر تھا ۔"
انھوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی ۔ اور پھر چند چیخیں
گونج اٹھیں ۔

لیڈی میڈیا

مکمل تاریکی کی حالت میں وہ کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ اپنی جگہ سے ہلنا بھی خطرناک تھا۔ لہٰذا وہ وہیں کھڑے رہے۔ ایسے میں فاروق کی آواز اُبھری:

"ابا جان! آپ بھی یہیں ہیں نا۔ کہیں چلے تو نہیں گئے۔"

"نن۔ نہیں بیٹا۔ میں کہاں جاؤں گا۔"

"میں نے پنسل ٹارچ نکال کر روشن کی تھی۔ اس میں بھی روشنی نظر نہیں آئی۔"

"نظر آئے گی بھی نہیں۔ اکرام کو یہ بات بہت دیر سے یاد آئی۔ چند گھنٹے۔ یا کم از کم ایک گھنٹا پہلے بھی یاد آجاتی تو اس وقت ہم اس طرح مجبور اور بے بس کھڑے نہ ہوتے۔"

"مجھے افسوس ہے سر۔" اکرام نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ اس میں تمہارا کیا قصور۔"

"اب کیا ہوگا ابا جان۔ ساری دنیا کے اخبارات شور مچائیں گے۔ وہ تو پہلے ہی اس انتظار میں بیٹھے تھے۔"

"ہم نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی تھی بھئی۔ قدرت کو منظور نہیں تھا۔"

"میرا خیال ہے۔ پانچ منٹ گزر گئے ہیں۔"

"وہ جب تک اپنا کام نہ کر لیں گے۔ اس وقت تک روشنیاں واپس نہیں ہوں گی۔"

"روشنیوں کی واپسی۔ بھئی واہ۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ۔ ان حضرت کو ایسے میں بھی ناولوں کے ناموں کی پڑی ہے۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"اب اندھیرے میں اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"اُف مالک۔ نہ جانے لیڈی لیڈیا کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہو گا۔ فاروق کی آواز سنائی دی۔

"توبہ ہے۔ بھائی لیڈی میڈیا نام ہے اس غریب کا۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"اندھیرا ہے نا۔ زبان پھسل گئی۔"

"اندھیرے سے زبان کے پھسلنے کا کیا تعلق؟" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تعلق کی بھی ایک ہی کہی انکل — اندھیرے سے تو کسی
بھی چیز کا تعلق ہو سکتا ہے۔" فاروق ہنسا۔

"اب تم سے کون مغز مارے۔" محمود کی آواز سنائی دی۔

"جس کا جی چاہے — بس وہ مارے۔"

"میرا جی تو چاہ رہا ہے کہ تمھارا منہ بھینچ لوں — تاکہ کم از
کم اس اندھیرے کے دوران تو تم کچھ نہ بولو۔"

"ایسی صورت میں میری روح چلائے گی۔"

"چلو کوئی بات نہیں — تمھاری روح ہمارے کان تو
نہیں کھا سکے گی۔" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"ہم اِدھر اُدھر کی ہانک رہے ہیں — اور دشمن مزے سے
لیڈی میڈیا کو لیے جا رہے ہیں۔"

"ہم کر بھی کیا سکتے ہیں — اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے
کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"اب ہم ٹھوکروں میں تو اندھیرا کھانے سے رہے —"
فاروق بولا۔

"کک — کیا کہ رہے ہو بھئی۔" پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں انکل — کیا ہوا؟"

"ٹھوکروں میں تو اندھیرا کھانے سے رہے — یہ کیا بات
ہوئی بھلا۔"

"اب اندھیرے میں تو ایسی ہی اندھی باتیں سوجھ
سکتی ہیں انکل۔" فاروق بولا۔

"آپ بھی اس کی باتوں میں آ گئے انکل۔" محمود کی
آواز اُبھری۔

"اب کیا کریں بھئی — مجبور جو ہیں۔"

"میرا خیال ہے — پانچ منٹ سے بھی زیادہ وقت
گزر چلا ہے — ارے ہاں — گھڑی کا ڈائل تو نظر آ رہا
ہو گا — ریڈیم کا تو کام ہی یہ ہے کہ اندھیرے میں نظر
آتا ہے۔" انھوں نے چونک کر کہا اور گھڑی کی طرف دیکھا،
گھڑی کے ہندسے اور سوئیاں واقع نظر آ رہی تھیں، لیکن
وہ اس روشنی سے کوئی کام نہیں لے سکتے تھے۔

اور پھر اچانک ہال کی روشنیاں جگمگا اُٹھیں —
ایک شور مچ گیا — تمام تماشائیوں نے اس دوران ایک عقل مندی
ضرور کی تھی — اور وہ یہ کہ اپنی کرسیوں پر ہی جمے رہے
تھے — اُٹھ کر اِدھر اُدھر نہیں بھاگے تھے — گویا ہر چیز اپنی
جگہ پر تھی — لیکن جب انھوں نے لیڈی میڈیا کی جگہ
کی طرف دیکھا تو وہ وہاں سے غائب تھی —

"اُف — اسے اغوا کر لیا گیا آخر۔"

"آخر وہ ہو گیا — جس کا ڈر تھا — اور جس ڈر نے ہمیں

ڈر میں مبتلا کر رکھا تھا۔" فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں نے ایک کام کیا تھا — جب پروگرام شروع ہوا
تھا — تمام دروازے بند کروا دیے تھے — اور باہر سادہ
لباس والوں کو مقرر کیا گیا تھا — دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا
کہتے ہیں — آیا کسی نے باہر نکلنے کی کوشش کی ہے یا نہیں —
آؤ جلدی کرو۔"

وہ باہر کی طرف لپکے — ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے بلند
آواز میں اعلان کیا:

"سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں — کوئی ہلنے کی
کوشش نہ کرے — ابھی کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"لیکن اب ہم کیا کریں گے یہاں بیٹھ کر؟"

"کچھ بھی نہیں — بس انتظار کریں گے۔" انھوں نے بلند
آواز میں کہا۔

باہر نکل کر انھوں نے تمام دروازوں پر موجود نگرانوں
سے سوالات کیے — ہر ایک نے یہی کہا کہ دروازے بدستور
بند رہے ہیں — کوئی دروازہ نہیں کھلوایا گیا — نہ کوئی باہر
سے اندر داخل ہوا — یہ ایک اور حیرت انگیز اطلاع تھی —
اگر باہر سے کوئی آیا نہ باہر گیا — تو پھر لیڈی میڈیا اندر ہی
موجود ہے —

"لیڈی میڈیا اگر اندر موجود ہے — تو پھر ہم اسے تلاش
کر لیں گے — پروفیسر صاحب — آپ فوراً تجربہ گاہ چلے جائیں
اور کوئی ایسی چیز لے آئیں کہ یہ لوگ پھر روشنیاں آف
نہ کر سکیں۔"

"لیکن جمشید — اب انھیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت رہ
گئی ہے؟"

"فرض کر لیں — ہم لیڈی میڈیا کو تلاش کر لیتے ہیں — وہ
پھر سے لائٹیں آف نہیں کر دیں گے۔"

"اوہ ہاں! اس صورت میں تو کر سکتے ہیں۔"

اسی وقت بھاری قدموں کی آواز ابھری اور صدر صاحب
وہاں آ کھڑے ہوئے:

"آخر وہ ہو گیا۔" ان کے لہجے سے از حد پریشانی ٹپک
رہی تھی —

"ہاں سر — وہ ہو گیا۔"

"اب کیا ہو گا؟"

"ہال سے باہر ابھی کوئی نہیں گیا ہے، گویا لیڈی میڈیا
ابھی اندر ہی ہے۔"

"تب پھر وہ اعلان کیوں نہیں کرتی۔" صدر صاحب نے
جھلا کر کہا۔

کی پوزیشن میں نہ ہو۔"

"ہو سکتا ہے سر — وہ اعلان کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — اس بھری محفل میں — سب کے سامنے اسے باندھ کر یا جکڑ کر تو رکھا نہیں گیا ہوگا۔"

"اس کے پہلو سے کوئی پستول تو لگا ہوا ہوگا۔"

"اوہ — اس صورت میں تو ہم اسے تلاش کر سکتے ہیں۔"

"ہم یہ کوشش ضرور کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر ایک سادہ لباس والے کو نزدیک بلایا:

"یس سر۔" اس نے کہا۔

"ذرا ایک مائک لے آؤ — میں ایک اعلان کرنا چاہتا ہوں۔" وہ بولے۔

جلد ہی ان کے سامنے ایک مائک رکھ دیا گیا — انھوں نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا:

"حاضرین! جیسا کہ آپ جانتے ہیں — تھوڑی دیر پہلے لیڈی میڈیا سٹیج پر موجود تھیں — لیکن اب نہیں ہیں — اس دوران کسی خاص طریقے سے ہال کو تاریک کر دیا گیا تھا — اس دوران لیڈی صاحبہ کو اِدھر اُدھر کر دیا گیا — ابھی انھیں عمارت سے باہر نہیں لے جایا جا سکا، کیونکہ دروازوں پر موجود تمام نگرانوں کا بیان یہ ہے کہ کسی دروازے سے کسی

نے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی — یوں بھی دروازے باہر سے بھی لاک تھے اور اندر سے بھی — روشنی ہونے پر تالے اسی طرح لگے ہوئے پائے گئے — اس عمارت میں کوئی تہ خانہ بھی نہیں ہے، نہ اس عمارت سے کوئی خفیہ راستا کہیں نکلتا ہے — ان دروازوں کے علاوہ کوئی اور دروازہ عمارت کا ہے ہی نہیں، ان حالات میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ لیڈی میڈیا کو سٹیج سے ہٹایا تو گیا ہے، لیکن عمارت سے باہر ہرگز نہیں لے جایا گیا — گویا اغوا کرنے والے انھیں عام لوگوں کے ساتھ نکال لے جانے کے چکر میں ہیں — آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں — جی ہاں! ایک ایک شخص کو چیک کیا جائے گا — اس کے بعد ہی جانے کی اجازت ملے گی۔"

ان کے خاموش ہوتے ہی شور مچ گیا، لیکن ان کے شور کی کوئی پروا نہ کی گئی، کیونکہ صدر صاحب تک یہی چاہتے تھے کہ ہر کسی کو چیک کیا جائے — اور پھر انھوں نے چیکنگ شروع کی — ایک ایک آدمی کو دیکھا بھالا — خاص طور پر ان لوگوں کو جن کے ساتھ خواتین بھی تھیں — اس کام میں انھیں تین گھنٹے لگ گئے، لیکن تین گھنٹے

گزر جانے پر بھی لیڈی میڈیا کا کوئی سُراغ نہ ملا۔ اب
چونکہ تمام لوگوں کو چیک کر لیا گیا تھا۔ لہٰذا انھیں مزید
روکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ایک بار پھر انسپکٹر جمشید
نے اعلان کیا:

" اب آپ لوگ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ لیکن جانے
کے لیے صرف ایک دروازہ کھولا جا رہا ہے۔ لہٰذا نہایت
اطمینان اور سکون سے دروازے کی طرف آئیں۔"

" لیکن صرف ایک دروازہ کیوں؟" کئی آوازیں اُبھریں۔

" اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ جو آپ لوگوں کو بتائی
نہیں جا سکتی۔"

آخر لوگ اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ سادہ
لباس والے انھیں ایک ترتیب سے اُٹھا رہے تھے۔
دروازے پر انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور
اکرام کھڑے تھے۔ پروفیسر داؤد کو انھوں نے بٹھا دیا تھا۔
وہ دروازے سے نکلنے والے ہر آدمی کو چیک کر رہے تھے،
اگر کوئی میاں بیوی یا ایک مرد اور ایک عورت ایک ساتھ نکلتے
تو انھیں اور زیادہ اچھی طرح دیکھتے۔

" ایک بات اور بھی تو ہے ابا جان۔" ایسے میں فرزانہ بول اُٹھی۔

" ہاں کہو۔"

" لیڈی میڈیا اپنی خوشی سے تو اغوا ہوئی نہیں، پھر وہ کسی
کے ساتھ خاموشی سے کیوں جانے لگی؟"

" ہاں! یہ بات میری ذہن میں ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے،
اسے اس حد تک خوف زدہ کر دیا گیا ہو کہ وہ کچھ بول نہ
سکے۔"

" اس صورت میں اس کے چہرے پر خوف تو نظر
آئے گا۔"

" ہاں بالکل۔ ہم اسی لیے تو یہاں کھڑے ہیں۔" وہ
مُسکرا دیے۔

ایک ایک کر کے یا دو دو کر کے لوگ نکلتے رہے۔ انھیں
کسی عورت کی آنکھوں میں کوئی خوف نظر نہ آیا۔ ایسے میں
پروفیسر ذاکر آتے نظر آئے۔ نہ جانے کیوں انھیں دیکھ کر
محمود، فاروق اور فرزانہ چونک اُٹھے۔

" ابا جان! اس شخص نے تلاشی دینے کے سلسلے میں
بہت ہنگامہ کیا تھا۔"

" اوہ اچھا۔ انھیں روک کر چیک کر لیتے ہیں۔" انھوں نے
کہا، پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

" پروفیسر صاحب۔ آپ دونوں ذرا اس طرف آ جائیں۔"

" کیوں۔ خیر تو ہے؟" انھوں نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"آپ سے چند باتیں کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"باتیں کرنے کا یہ کون سا موقع ہے۔ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے"۔

"ہم آپ کے صرف چند منٹ لیں گے"۔

"اچھی بات ہے۔ آپ بھی لے لیجیے چند منٹ"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"آپ نے اندر جاتے وقت تلاشی لینے پر اعتراض کیا تھا؟"

"ہاں! کیا تھا۔ تو پھر؟"

"آپ نے دیکھا۔ لیڈی پیڈیا کو اغوا کر لیا گیا"۔

"تو پھر۔ کیا اسے میں نے اغوا کیا ہے"۔

"نہیں۔ لیکن یہ تو سوچیں۔ کہ آپ نے تلاشی دینے کے معاملے میں بہت ہنگامہ کیا تھا"۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ کہ ہماری نظروں میں آپ مشکوک ہیں۔ اس اغوا میں ضرور آپ کا ہاتھ ہے"۔

"ارے باپ رے۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں"۔ وہ گھبرا گیا۔

"ان حالات میں میں اور کیا کہوں"۔

"آپ کا خیال ہے۔ اغوا میں نے کیا ہے"۔

"ہاں جناب!" وہ مسکرائے۔

"تب پھر لڑکی کہاں ہے؟"

"یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟"

"یہ میری بیوی ہیں۔ جب میں آیا تھا۔ اس وقت بھی میرے ساتھ تھیں۔ پوچھیے اپنے بچوں سے"۔

"یہ ٹھیک ہے ابا جان۔ یہ دو تھے"۔

"ہوں خیر۔ آپ جا سکتے ہیں"۔

"بہت بہت شکریہ"! اس نے خوش ہو کر کہا اور اُٹھ کھڑے ہوئے، پھر باہر نکل گئے۔

انسپکٹر جمشید نے دو سادہ لباس والوں کو ان کی نگرانی کرنے کا اشارہ دیا اور وُہ ان کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

"آپ نے کیا اندازہ لگایا ابا جان؟"

"ابھی تک کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہر حال ان کی چوبیس گھنٹے نگرانی کی جائے گی۔ اور رات کو ہم ان کی کوٹھی کی تلاشی بھی لیں گے"۔

"بہت خوب! یہ ٹھیک رہے گا"۔

اب وُہ پھر دروازے پر پُوری توجہ دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اکرام ایک جوڑے کو آتے ہوئے دیکھ کر چونکا:

"سر! ان کی یہاں موجودگی نے مجھے چونکا دیا ہے"۔

"کن کی — اور کیوں چونکا دیا ہے؟"

"ہمارے ملک کا ایک مشہور جرائم پیشہ — جس کے خلاف آج تک کوئی جرم ثابت نہیں کیا جا سکا — رانا بھوپال۔"

"لیکن یہ اکیلا ہے — اس کے ساتھ کوئی عورت نہیں ہے۔"

"ہاں!" اکرام نے کہا۔

"جب کہ ہم ایسے جوڑے کی تلاش میں ہیں — کہ ان میں سے ایک لیڈی ہو۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"پھر ہم اس کی بھی نگرانی شروع کرا دیتے ہیں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

انسپکٹر جمشید نے دو اور سادہ لباس والوں کو اشارہ کیا — اور اس کا تعاقب بھی شروع ہو گیا —

ایسے میں انھوں نے ڈاکٹر جالب کو آتے دیکھا — ان کی بیگم بھی ان کے ساتھ تھیں:

"ڈاکٹر جالب صاحب۔" محمود نے گویا تعارف کرایا۔

"کیوں — کیا انھوں نے بھی تلاشی دیتے وقت تنگ کیا تھا؟" انھوں نے پوچھا۔

"جی نہیں — خوشی سے تلاشی دے گئے تھے۔"

"بہت خوب!"

ڈاکٹر جالب اور ان کی بیوی ان کے سامنے سے گزرنے لگے تو ڈاکٹر جالب نے کہا:

"کیوں بھئی — وہ ضدی پروفیسر چلا گیا؟"

"جی ہاں! وہ جا چکے ہیں۔"

"لیڈی میڈیا کا کوئی پتا چلا؟"

"جی نہیں۔" فرزانہ نے کہا اور ان دونوں کا بغور جائزہ لیا۔

"مجھے بہت افسوس ہے۔"

"اب ہمارے ملک کی کس قدر بے عزتی ہو گی۔" ان کی بیگم بولیں۔

"اسی کی تو فکر ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

دونوں آگے بڑھ گئے اور وہ دوسرے آنے والوں کی طرف متوجہ ہو گئے — اچانک انھیں ایک تنہا عورت آتی نظر آئی:

"خبردار — یہ پہلی تنہا عورت ہے — جو باہر آ رہی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لیکن ابّا جان — لیڈی میڈیا اس طرح تنہا کیوں باہر جائے گی؟" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے، لیکن اس کے باوجود ہمیں اس کا بہت غور سے جائزہ لینا چاہیے، آخر اس میں ہمارا کیا حرج ہے۔"

"جی ہاں ! حرج تو کوئی نہیں۔"
اسی وقت وہ عورت دروازے پر آ گئی اور باہر جانے
لگی تو وہ بولے :
"آپ کا نام ؟"
"کیوں ! آپ میرا نام کیوں پوچھ رہے ہیں ؟"
"آپ پہلی عورت ہیں — جو اکیلی باہر آئی ہیں۔"
"وہ اس لیے کہ میرے شوہر پروگرام شروع ہونے
سے پہلے ہی چلے گئے تھے — انھیں اپنا کوئی کاروباری کام
یاد آ گیا تھا — میں نے بھی ان کے ساتھ واپس جانا چاہا
تھا ، لیکن انھوں نے ضد کر کے مجھے یہیں چھوڑ دیا۔"
"اوہ — کیوں بھئی — پروگرام شروع ہونے سے پہلے کوئی
صاحب واپس بھی گئے تھے ؟" انھوں نے دروازے پر موجود
نگرانوں کی طرف دیکھا۔
"جی ہاں ! ایسا بھی ہوا تھا — جب دروازے اندر
سے بند کر لیے گئے تھے — اس وقت ایک صاحب نے
دروازہ کھلوایا تھا — یہ کہہ کر کہ وہ واپس جانا چاہتے ہیں۔"
"ہوں ! آپ کو نام اور پتا تو پھر بھی بتانا ہو گا —
ہم آپ کے شوہر کو بھی چیک کریں گے ، کیونکہ یہ معاملہ
کوئی چھوٹا سا معاملہ نہیں ہے — پوری دنیا میں مشہور ایک

عورت کو اغوا کیا گیا ہے — ساری دنیا کے ممالک
ہمارا مذاق اڑائیں گے — وہ سب کہیں گے ، جب پہلے
ہی معلوم تھا کہ لیڈی میڈیا کے اغوا کا زبردست امکان
ہے — تو ایسی صورت میں تو ان کی حفاظت کے تمام
انتظامات کر لینے چاہییں تھے۔"
"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں — جیسے انھیں میں
نے اغوا کیا ہے — حالانکہ میں بالکل تنہا جا رہی ہوں۔"
اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"اسی لیے تو آپ کا نام پوچھ رہے ہیں — کیا خبر
آپ ہی لیڈی میڈیا ہوں اور ہماری آنکھوں میں دھول جھونک
کر جا رہی ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔
"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں — لیڈی میڈیا کو اغوا کیا گیا
ہے — وہ اپنے آپ غائب نہیں ہوئیں کہ کسی اور کے میک اپ
میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گی۔"
"ہاں ! یہی تو میں کہتا ہوں — اور ویسے بھی اگر کوئی
یہاں سے میک اپ میں نکلنے کی کوشش کرے گا تو ہم
اسے پہچان لیں گے — جن چہروں پر میک اپ ہو ، ہم ان
چہروں کو فوراً بھانپ لیتے ہیں۔"
"اس صورت میں تو لیڈی میڈیا کو یہاں سے نہیں

لے جایا جا سکے گا۔"

"امید یہی ہے — آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

"خیر — نوٹ کر لیں — میرا نام راضیہ بخاری ہے۔ میرے شوہر کا نام ارباب بخاری ہے — پتا ہے، 119 بخاری کالونی۔"

"بہت خوب! تو کالونی بھی ان کے اپنے نام پر ہے۔"

"جی نہیں — کالونی ان کے دادا کے نام پر ہے۔" اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اوہ اچھا، ارباب بخاری صاحب کام کیا کرتے ہیں؟"

"بہت بڑے تاجر ہیں اُون کے۔"

"شکریہ! آپ جا سکتی ہیں، لیکن جانے سے پہلے فون نمبر بھی لکھوا دیں۔"

اس نے فون نمبر لکھوائے اور چلی گئی:

"محمود! جلدی سے یہ نمبر ملاؤ اور پوچھو — مسٹر ارباب بخاری سے — وُہ پروگرام سے پہلے کیوں چلے گئے تھے؟"

محمود نے نمبر ملائے، لیکن ارباب بخاری گھر میں نہیں تھے:

"یہ اچھا نہیں ہوا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی — کیا اچھا نہیں ہوا؟" فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ کہ ارباب بخاری گھر میں نہیں ہیں — اب ہم تصدیق

[illegible] طرح کریں — محمود، تم پھر نمبر ملاؤ اور ریسیور مجھے دو۔"

"جی بہتر!" محمود نے کہا اور جلدی جلدی نمبر ملانے لگا — سلسلہ ملنے پر اس نے ریسیور انھیں تھما دیا —

"السلام علیکم — دیکھیے — میں ارباب بخاری صاحب سے بات کروں گا۔"

"جی وُہ گھر میں نہیں ہیں۔"

"آج وُہ لیڈی میڈیا کا پروگرام دیکھنے گئے تھے؟"

"جی ہاں! وہیں گئے تھے — ابھی تک لوٹ کر نہیں آئے۔"

"ان کے ساتھ کوئی اور تو نہیں گیا تھا؟"

"جی — نہیں — وُہ اکیلے گئے تھے۔"

"کیا کہا — وُہ اکیلے گئے تھے۔" انسپکٹر جمشید نے چلّانے کے انداز میں کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی محمود اور فاروق نے دوڑ لگا دی، وُہ کار پارک کی طرف اڑے جا رہے تھے —

"آپ کا مطلب ہے — ان کی بیوی ان کے ساتھ اس پروگرام میں نہیں گئی تھیں؟"

"بالکل نہیں — میں ان کی بیوی ہی بول رہی ہوں۔"

"اور آپ کا نام کیا ہے؟" وُہ بولے۔

"پہلے یہ بتائیں، آپ کون ہیں اور یہ باتیں کیوں پوچھ

رہے ہیں؟"

اب انھوں نے تعارف کرایا اور پھر کہا:

"وہ پروگرام شروع ہونے سے پہلے ہی چلے گئے
تھے۔ اب یہاں سے ایک خاتون باہر گئی ہیں۔ ان
کا بیان یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر ارباب بخاری صاحب
کے ساتھ آئی تھیں، لیکن انھیں کوئی کام آ پڑا اور وہ چلے
گئے۔ اس لیے وہ اب اکیلی جا رہی ہیں۔"

"اور اس نے اپنا نام کیا بتایا تھا؟" دوسری طرف سے
پریشان آواز میں کہا گیا۔

"راضیہ بخاری۔"

"غلط۔ بالکل غلط۔ یہ نام تو میرا ہے۔"

"ہوں۔ خیر۔ ہم تھوڑی دیر تک آپ کے ہاں آئیں گے،
اس وقت تک آپ مہربانی فرما کر اپنے شوہر کو پیغام دینے
کی کوشش کریں۔ تاکہ وہ بھی گھر آ جائیں۔ ارے ہاں۔
ارباب صاحب کیا کام کرتے ہیں؟"

"اُون کے تاجر ہیں۔"

"یہی بات اس نے بتائی ہے۔ کہ وہ اُون کے بہت
بڑے تاجر ہیں۔"

"پتا نہیں، کیا چکر ہے۔ کیا کوئی خاص واقعہ یہاں ہو

گیا ہے؟"

"لیڈی میڈیا کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"اوہو اچھا۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

اور انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"کوئی گڑبڑ ہے۔ اس عورت کو جانے نہیں دینا چاہیے
تھا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن سر۔ ہمارے پاس روکنے کا کوئی جواز بھی تو
نہیں تھا۔ ہاں، اسے فون کرنے تک روک لیتے۔"

"خیر۔ شاید ابھی وہ جانے نہ پائی ہو۔"

اسی وقت محمود اور فاروق واپس آئے:

"اُس کا دُور دُور تک پتا نہیں۔"

"افسوس! وہ اس کیس کا بہت اہم مہرہ تھی۔"

اسی طرح ایک ایک کر کے لوگ فارغ ہوتے چلے گئے۔
لیکن لیڈی میڈیا کا کوئی سراغ نہ لگ سکا۔

اسی وقت صدر صاحب آتے نظر آئے۔ ان کے ساتھ
وزرا اور دوسرے اہم لوگ بھی تھے۔ ان سب کے چہرے
لٹکے ہوئے تھے۔

"یہ کیا ہوا جمشید۔ اس کی تو ہمیں ایک فی صد بھی امید
نہیں تھی۔"

"ہاں سر۔ مجھے بہت رنج ہے۔ ہم نے تمام تر انتظامات کیے تھے، لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ روشنیاں بجھائے بغیر بھی اندھیرا کر سکتے ہیں۔ اس بات کا خیال آیا بھی تو اس وقت۔ جب وقت گزر چکا تھا اور ہم خیال آنے کا کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔"

"ہوں۔ اب ہمارے ملک کی پوری دنیا میں کرکری ہو جائے گی۔ بلکہ ہو گئی کہنا چاہیے۔"

"انسپکٹر جمشید نے بھی اس بار مایوس کر دیا۔" ایک وزیر نے کہا۔

"انسپکٹر جمشید بھی انسان ہیں سر۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"اب ہو گا کیا جمشید۔ اگر ہم لیڈی میڈیا کو تلاش کر بھی لیں۔ وہ مقابلہ تو ہار چکی ہے۔ اور ہمارے ملک کی بدنامی ہو چکی ہے۔ اسے تلاش کر کے ہم اس کے ملک بھیج دیں گے اور بس۔"

"پہلا سوال تو یہ ہے کہ تلاش کر بھی سکیں گے یا نہیں۔" اسی وزیر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں تو سر۔ انسپکٹر جمشید اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ انھیں اب ریٹائرمنٹ لے لینی چاہیے۔ یا آپ انھیں فارغ کر دیں۔ اس سے بڑی بدنامی ملک کی شاید کبھی

ہی ہوئی ہو گی۔"

"انسپکٹر جمشید جیسے لوگ ملک اور قوم کو مدتوں بعد ملتے ہیں۔ ہم ان سے ہاتھ نہیں دھو سکتے۔" صدر صاحب بولے۔

"لیکن شاید آپ کو اندازہ نہیں سر۔ پوری دنیا کے اخبارات ہمارے ملک کے بارے میں اور خود ان کے بارے میں کیا کچھ شائع کریں گے۔"

"ہاں! میں جانتا ہوں۔"

"میرا خیال تھا۔ انسپکٹر جمشید میرے الفاظ سن کر خود استعفیٰ دے دینے کا اعلان کریں گے اور پھر کبھی اس استعفے کو واپس نہیں لیں گے۔" اسی وزیر نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ وزیر پیداوار خالد رئیس گملانی تھے۔

"آپ چاہتے ہیں، میں استعفیٰ دے دوں۔"

"ہاں! بالکل۔"

"شکریہ سر۔ میں استعفیٰ ضرور دوں گا، لیکن اس کیس کو مکمل کرنے کے بعد۔"

"اس کیس کو اب مکمل کرنے میں کیا رہ گیا ہے۔ آپ اس کو مکمل کر تو چکے ہیں۔" اس نے پھر طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جی نہیں۔ ابھی لیڈی میڈیا کی برآمدگی باقی ہے۔ پہلے میں

اسے تلاش کروں گا — حکومت کے حوالے کر دوں گا اور اس کے بعد اپنا استعفیٰ پیش کر دوں گا — اور آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ یہ کام اس وقت ہو۔ تو پھر آپ مجھے معطل کرائیں۔"

"کیوں سر۔ اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

"انسپکٹر جمشید — صدر صاحب تو اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ آپ اپنی غیرت کی بات کریں۔"

"میں کہ چکا ہوں — جب تک میں لیڈی میڈیا کو برآمد نہیں کر لوں گا، ایسا نہیں کروں گا۔"

"اور آپ جان بوجھ کر اسے برآمد کرنے کی کوشش نہیں کریں گے، تاکہ ایسا وقت آئے ہی نہ۔"

"یہ بات نہیں — میں تین دن کے اندر لیڈی میڈیا کو حکومت کے حوالے کر دوں گا۔"

"بہت خوب! اس کے بعد آپ استعفیٰ دے دیں گے۔"

"اگر آپ کی یہی خواہش ہے اور صدر صاحب بھی اسے پسند کرتے ہیں تو میں ضرور ایسا کروں گا۔"

"میں ایسا پسند نہیں کرتا۔" صدر صاحب جلدی سے بولے۔

"یہ آپ اب کہ رہے ہیں — کل کے غیر ملکی اور ملکی اخبارات دیکھ کر آپ کا فیصلہ کچھ اور ہو گا۔" گملانی صاحب نے کہا۔

"تب پھر یہ بات کل پر اُٹھا رکھیں۔ آیئے چلیں۔" صدر صاحب نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

وہ لوگ انھیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

"یہ گملانی صاحب آپ کے اس قدر خلاف کیوں ہو گئے؟"

"نہیں — بے چارے میرے خلاف نہیں ہوئے۔ ملک اور قوم کی بے عزتی ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ بہت اچھے اور مخلص آدمی ہیں۔" انھوں نے جواب دیا۔

عین اُسی وقت فرزانہ بہت زور سے اُچھلی —

بڑی غلطی

محمود اور فاروق نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا ، لیکن کہیں
کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جس کی بنا پر فرزانہ کو اُچھلنے کی
ضرورت پیش آئی ہو ، لہٰذا فاروق نے بُرا سا منہ بناتے
ہوئے کہا :

"اب مہربانی فرما کر اُچھلنے کی وجہ بھی بتا دو۔"

"مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا ہے۔" فرزانہ نے کھوئے
کھوئے انداز میں کہا۔

"تو عجیب سا احساس ہونے پر اس طرح اچھل پڑنے
کی کیا ضرورت تھی۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"ضرورت تھی۔" فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

"اچھا بابا ہوگی ۔ بتاؤ ۔ کیا ضرورت تھی۔"

"یُوں نہیں ۔ پہلے میں اپنے شک کی تصدیق کروں گی ۔
اس کے بعد بتاؤں گی۔"

"تو پھر جلدی سے تصدیق کرلو۔"

"ایسے نہیں ۔ مجھے اس کے لیے یہاں سے جانا ہوگا ۔
تم میرا ساتھ دو گے یا یہیں رہو گے؟"

"یہاں تو کام قریب قریب ختم ہے ۔ چلے چلتے ہیں ۔
کیوں فاروق؟" محمود نے اس کی طرف دیکھا۔

"بالکل ٹھیک ، لیکن اگر ابا جان اجازت دیں۔"

"اجازت ہے بھئی ، لیکن مجھے ساتھ ساتھ اطلاع دیتے
رہنا کہ کہاں ہو ۔ ایسا نہ ہو کہ دُور نکل جاؤ۔" وہ بولے۔

"اچھی بات ہے۔"

وہ تینوں اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

"جانا کہاں ہے؟"

"بس خاموش۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"پہلے تو مجھے پتا تلاش کرنا ہے۔" یہ کہ کر اس نے ٹیلیفون
ڈائریکٹری میں پتا دیکھنا شروع کیا ۔ فاروق کی نظریں بھی ڈائریکٹری
پر تھیں ۔ اور پھر اچانک فرزانہ نے کہا :

"بیکان روڈ چلو۔"

"میں نے آج تک اس سڑک کا نام نہیں سنا ۔ چلوں
کس طرح۔"

"نام تو میں نے بھی نہیں سنا" فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر۔ یہ کس طرح کہ دیا کہ بیکان روڈ چلو" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"دماغ چل گیا ہے میرا" فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"محمود کار روک لو" فاروق نے فوراً کہا۔

محمود نے فوراً بریک لگائے۔ کار رک گئی۔

"میں نیچے اُتر رہا ہوں۔ اور میرا خیال ہے تم بھی یہی کرو گے" فاروق بولا۔

"بالکل۔ یہی کروں گا۔ میں سمجھ گیا، تم کیا کہنا چاہتے ہو"

"کیا کہنا چاہتے ہو" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"تمھارا دماغ چل گیا ہے نا۔ ہم ایسی لڑکی کے ساتھ کسی مہم پر نہیں جا سکتے۔ جس کا دماغ چل گیا ہو" فاروق نے کہا۔

"دھت تیرے کی" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"لو۔ اب تکیہ کلام چرانے پر اُتر آئیں" فاروق بولا۔

"خدا کے لیے وقت نہ ضائع کرو۔ اور چلو۔ میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن اگر تمھارا یہی رویہ رہا تو ضرور ایک دن خراب ہو جائے گا"

"حد ہو گئی۔ آؤ بھئی بیٹھ جاؤ" محمود نے کہا۔

کار ایک بار پھر چل پڑی۔ آخر وہ بیکان روڈ پر پہنچ گئے تو محمود نے کہا:

"اب کیا کرنا ہے؟"

"کوٹھی نمبر ۳۰۲ تلاش کرنی ہے"

"ارے باپ رے۔ بڑا خطرناک نمبر ہے" فاروق گھبرا گیا۔

"یہ دفعہ ۳۰۲ نہیں۔ کوٹھی نمبر ۳۰۲ ہے" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"آج کیا بات ہے۔ بات بات پر انگارے چبا رہی ہو"

"اب اور کیا چبائے بے چاری۔ یہاں چبانے کے لیے رہ ہی کیا گیا ہے"

"یہاں سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"مم۔ میرا مطلب ہے، کار میں"

"وہ رہا ۳۰۲ نمبر" فرزانہ نے چلا کر کہا۔

اور ان کی کار کوٹھی نمبر ۳۰۲ کے سامنے رک گئی:

"ارے! یہ تو ڈاکٹر جالب کی کوٹھی ہے"

"ہاں! مجھے ان سے ایک دو باتیں پوچھنی ہیں۔ آؤ" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

"بے چارے محمود کو گھنٹی کا بٹن بھی نہیں دبانے دیا"

فاروق بولا۔

"اوہو — تو اس سے کیا فرق پڑ گیا بھئی"۔

"یہی تو رونا ہے — کہ کوئی فرق نہیں پڑا"۔

"بے تکی باتیں بگھارنے کا بھوت تو سوار نہیں ہو گیا تم پر"۔ فرزانہ تم پر الٹ پڑی۔

"نن — نہیں — بھوت ووت کا نام لو"۔ فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

اسی وقت دروازہ کھلا — ایک ادھیڑ عمر ملازم نے ان سے پوچھا:

"ہاں بچو — کیا بات ہے؟"

"ہمیں ڈاکٹر جالب صاحب سے ملنا ہے"۔

"آپ کے پاس اپنے کارڈز ہیں"۔

"ہاں! کیوں نہیں"۔ محمود نے کہا اور کارڈ نکال کر دے دیے۔

جلد ہی اس کی واپسی ہوئی:

"آئیے جناب"۔

وہ انھیں لے کر ایک کمرے میں داخل ہوا — یہاں ڈاکٹر جالب اور ان کی بیگم موجود تھے — غالباً وہ ان کا سونے کا کمرہ تھا —

"آپ سے اس قدر جلد دوبارہ ملاقات کر کے خوشی ہوئی، خیر تو ہے"۔

"اور آپ کو حیرت نہیں ہوئی"؟ فرزانہ نے پوچھا۔

"ہاں! حیرت بھی ہوئی ہے — آخر ایسی کیا ضرورت آ پڑی کہ آپ کو یہاں آنا پڑا"۔

"آپ جب عوامی ہال کی طرف آئے تھے — تو آپ سے آگے پروفیسر ذاکر اور ان کی بیوی تھے — آپ کو یاد ہے نا — انھوں نے تلاشی دینے سے انکار کیا تھا"۔

"ہاں! بالکل یاد ہے — تو پھر؟"

"اور جب پروگرام ختم ہوا تو بھی آپ سے پہلے پروفیسر ذاکر نکلے تھے — آپ بعد میں"۔

"یہ بھی ٹھیک ہے"۔

"کیا آپ نے اندر جاتے وقت ان کی بیگم کے چہرے کو دیکھا تھا"؟

"ہاں کیوں — کیا بات ہے؟"

"کیا چہرے کو غور سے دیکھا تھا — اور کیا آپ ان دونوں سے پہلے سے واقف ہیں — پہلے بھی انھیں دیکھتے رہے ہیں"؟

"ہاں کیوں نہیں — میں نے انھیں اور ان کی بیگم کو اکثر دعوتوں میں دیکھا ہے"۔

"جب وہ آئے تو کیا ان کی بیگم ہی ان کے ساتھ تھیں —

یا وُہ کوئی اور عورت تھیں؟

"کیا مطلب — بھلا کوئی اور عورت کیونکر ہو سکتی تھیں وُہ۔"

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ ان کی بیگم ہی تھیں۔"

"ہاں! بالکل۔" وُہ بولے۔

"اور واپسی پر؟"

"واپسی پر بھی ان کی بیگم ہی ان کے ساتھ تھیں۔"

"گویا آپ نے واپسی پر بھی غور سے دیکھا تھا؟"

"مجھے ایسا کرنے کی ضرورت نہیں تھی — میں تو اکثر انھیں دیکھ چکا تھا۔"

"ہوں — اچھا شکریہ — ہمیں بس یہی معلوم کرنا تھا۔" فرزانہ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہو — آپ جا رہے ہیں — چائے تو پیتے جائیں۔"

"جی نہیں — شکریہ — ہم اس وقت چائے نہیں پی سکتے۔"

"لیکن ہمیں یہ تو بتاتے جائیں کہ یہ سوالات ہم سے کیوں پُوچھے گئے ہیں؟" ڈاکٹر جالب نے کہا۔

"ہم لیڈی میڈیا کی تلاش میں ہیں اور بس — ہم نہیں جانتے، وہ ہمیں کس طرح ملیں گی اور کہاں ملیں گی، ہم ٹامک ٹوئیاں مارتے پھر رہے ہیں — یا یُوں کہہ لیں، اندھیرے میں تیر چلا رہے

کہ شاید کوئی تیر نشانے پر بیٹھ جائے۔"

"ہوں، میں سمجھ گیا۔"

اور وُہ باہر نکل آئے۔

"حیرت ہے — یہ باتیں اس سے پُوچھنے کے لیے یہاں کی آخر کیا ضرورت تھی۔" محمود نے فرزانہ کو گھورا۔

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"تو سمجھا دو نا۔" محمود نے جھلّا کر کہا۔

"عقل استعمال کرو نا۔" اس نے پھر مسکرا کر جواب دیا۔

"ہو تو استعمال کرے گا نا۔" فاروق ہنسا۔

"میں سمجھ گیا۔" محمود نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیا سمجھ گئے — اور اتنی جلدی کس طرح سمجھ گئے؟" فارُوق اسے گھورا۔

"یہ کہ فرزانہ اس مرتبہ سہرے کے چکر میں ہے۔"

"سہرے کی ایسی کی تیسی۔" فرزانہ نے پاؤں پٹخا۔

"خیر — اب کیا پروگرام ہے؟"

"لگے ہاتھوں پروفیسر ذاکر سے بھی مل لیں۔"

"ضرور کیوں نہیں — اور ہمارا کام کیا ہے؟"

پتا ڈائریکٹری سے نوٹ کر کے وُہ پروفیسر ذاکر کی کوٹھی پر کھڑے ہوئے — دستک دی گئی — خود پروفیسر ذاکر نے دروازہ

کھولا اور انھیں دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا، پھر بھنّا
کر بولا:

"تت — تم — چلے جاؤ — اب یہاں کیا لینے آئے ہو —
اُس وقت تو کر دی میری بے عزتی۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے — ہم نے آپ کی بے عزتی
ہرگز نہیں کی تھی۔"

"میں کہتا ہوں جاؤ۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"کیا ہے — آپ کس پر برس رہے ہیں؟ اندر سے ان
کی بیگم کی آواز سنائی دی اور پھر وہ بھی دروازے پر نظر آئیں۔
انھوں نے بغور ان کے چہرے کو دیکھا۔

"دیکھو بیگم — وہاں ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا سلو
کیا تھا — اب یہاں ملنے چلے آئے۔"

"آنے دیجیے — پتا نہیں کیا کام ہے — ویسے ان کا قصو
نہیں تھا۔"

"تم بھی یہ کہہ رہی ہو یعنی کہ ..." انھوں نے آنکھیں نکالیں۔

"تو اور کیا کروں — میں غلط نہیں کہہ رہی۔"

"اچھا — تو پھر آ جائیں بھئی — کیونکہ میری بیگم کی بات غلا
ہیں ہوتی۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

وہ ان کے ساتھ چلتے ڈرائنگ روم میں آئے —

"جب آپ پروگرام دیکھنے کے لیے آئے تھے — اس وقت
کے ساتھ کون تھا؟"

"یہ کیسا سوال ہوا؟" انھوں نے بھنّا کر کہا۔

"آپ جواب دیں نا۔"

"لیکن میں کیوں جواب دوں — تم مجھ سے پوچھنے والے
ہو — عدالت کے جج ہو یا وکیل؟"

"لیڈی میڈیا اغوا کیس کی تفتیش کرنے والے تین فرد۔"
نے کہا۔

"اوہو اچھا — تو کیا تم سرکاری طور پر اس کام کے لیے
ر کیے گئے ہو؟"

"ہاں بالکل!"

"حیرت ہے — کیا حکومت کے پاس بڑے آفیسر ختم ہو
ہیں جو بچوں کو اس کام پر مقرر کیا گیا ہے۔"

"بڑے بھی اپنا کام کر رہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے — پہلے میں تصدیق کر دوں گا۔"

"آپ آئی جی صاحب کو فون کر سکتے ہیں۔"

"ہاں ضرور — کیوں نہیں۔" انھوں نے کہا اور پھر فون کرنے
بعد منہ بناتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

"پوچھو بھئی — کیا پوچھنا ہے۔"

"پروگرام دیکھنے کے لیے جاتے وقت آپ کے ساتھ کون تھا؟"

"یہ — میری بیگم — اور کون ہوتا ساتھ۔"

"اور واپسی پر؟"

"یہ کیا سوال ہوا آخر — واپسی پر بھی یہ تھیں۔"

"کیا آپ کو یقین ہے؟"

"آپ لوگوں کا ضرور دماغ چل گیا ہے — تفتیش کیا خاک کریں گے۔"

"یہ ہمارا کام ہے — آپ اس بات کو چھوڑیں — آؤ بھئی چلیں۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"ارے بس — اتنے سے سوالات اور وہ بھی اوٹ پٹانگ"

"ہاں بس — یہی کافی ہیں۔"

وہ وہاں سے بھی باہر نکل آئے۔

"میرا خیال ہے — ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں — اب میرے ذہن میں ایک بات اور آتی ہے۔"

"اس ایک اور بات سے بھی وقت ہی ضائع ہوگا۔" فاروق نے کہا۔

"ارباب بخاری کے گھر بھی چلے چلتے ہیں — راضیہ بخاری والا چکر بھی معلوم ہو جائے ذرا۔"

"اوہ ہاں! وہ تو بہت ضروری ہے بھئی۔"

راضیہ بخاری کا پتا انھیں معلوم ہی تھا — ۱۱۱۹ بخاری کالونی پر وہ آسانی سے پہنچ گئے — ارباب بخاری اور ان کی بیگم گھر پر تھے — انھوں نے حیران ہو کر انھیں دیکھا:

"تو آپ پروگرام میں نہیں گئے تھے؟"

"بالکل نہیں۔" ارباب نے کہا۔

"اور یہ بھی نہیں گئی تھیں؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تب پھر اس عورت نے یہ کیوں کہا — کہ وہ راضیہ بخاری ہے — ارباب بخاری کی بیوی — اور یہ کہ ۱۱۱۹ بخاری کالونی میں رہتی ہے — بلکہ فون نمبر بھی بتایا۔"

"بھلا اس بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں — کسی کو ہمارے بارے میں معلوم ہو گا — بس اس نے ہمارا نام لے دیا — لیکن یہ تو بتائیں کہ کس سلسلے میں نام لیا گیا ہے؟"

"یہ معاملہ ہے لیڈی میڈیا کے اغوا کا۔"

"ارے باپ رے — اغوا کے کسی معاملے سے بھلا ہمارا کیا تعلق۔"

"ایک عورت اکیلی عوامی ہال کے دروازے سے باہر آئی تھی — ہم نے اس سے پوچھا — آپ اکیلی کیوں ہیں — کیا آپ کسی کے ساتھ نہیں آئی تھیں — اس نے بتایا — میں اپنے شوہر کے ساتھ آئی تھی — اور شوہر کو کوئی کام آ پڑا تھا — اس لیے وہ چلے گئے — میں رہ گئی — لیکن اس کی یہ بات غلط نکلی — اب ہمیں اس کی تلاش ہے — آخر وہ کون تھی؟

"ہم کس طرح بتا سکتے ہیں کہ وہ کون تھی — میری بیگم تو یہ بیٹھی ہیں — انھیں دیکھ لیں، ان سے سوالات کر لیں اور اگر آپ کے خیال میں عوامی ہال سے یہی باہر آئی تھیں تو یہ بات ثابت کر کے انھیں گرفتار کر لیں — مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"شکریہ جناب — آؤ بھئی چلیں۔"

وہ ایک بار پھر باہر نکل آئے —

"معلوم ہوتا ہے — کامیابی کوسوں دور ہے۔" فاروق بڑبڑایا۔

"کامیابی کے نزدیک آنے میں دیر بھی نہیں لگتی — میرا ایک نظریہ ہے — پہلے وہ سن لو۔" فرزانہ نے کہا۔

"پہلے کیوں نہیں سنایا تھا نظریہ۔"

"ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اچھا، چلو نظریہ پیش کرو تم۔" محمود نے کہا۔

"نظریہ یہ ہے کہ لیڈی میڈیا اکیلی اندر گئی تھی — اس کے ساتھ کوئی مرد اندر نہیں گیا تھا — اب کچھ لوگوں کو اسے اغوا کرنا تھا — انھوں نے اغوا کا باقاعدہ منصوبہ بنایا — اور وہ منصوبہ یہ تھا کہ ایک شخص ایک عورت کے ساتھ عوامی ہال میں جائے گا، لیکن واپسی پر لیڈی میڈیا اس کے ساتھ ہو گی۔"

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے — کیا لیڈی میڈیا اپنی مرضی سے اغوا ہوئی ہے؟"

"اوہو — بھئی سمجھا کرو — اغوا کرنے والے نے اس سے کہہ دیا ہو گا کہ اس کی جیب میں پستول ہے اور اگر اس نے کوئی حرکت کی تو وہ ہر حال میں پستول چلا دے گا۔"

"اچھا خیر — تم نظریہ مکمل کرو۔"

"اس نے لیڈی میڈیا کو اغوا کیا — روشنیاں دوسروں کے لیے غائب کر کے — اس کام کے لیے اسے جدید آلہ دیا گیا ہو گا — جس نے وہاں کی روشنیاں سلب کر لیں — اس طرح ہمارا روشنی کا ڈبل انتظام بے کار ہوا — اور اس نے اپنا کام نکال لیا — لیڈی میڈیا کو لے کر باہر نکل گیا — اب ظاہر ہے — اس کے ساتھ آنے والی عورت اکیلی آ سکتی تھی —

اس وقت جب کہ روشنیاں غائب تھیں ۔ اس نے اس وقفے
میں اپنے چہرے میں تبدیلی کر لی ۔ اور پھر دُوسرے لوگوں
کے ساتھ باہر آئی ۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اکیلی باہر آنے والی عورت
کی بات بھی جھوٹ ثابت ہوئی ہے ۔ بس ہم سے غلطی
یہ ہوئی کہ اس عورت کو جانے کی اجازت دے دی ۔
جب کہ اس کا تعاقب کیا جانا چاہیے تھا۔"

"تمہارا نظریہ دل کو لگتا ہے ۔ لیکن اس سے ایک بات
اور ثابت ہوتی ہے۔" محمود نے سر ہلایا۔

"اور وُہ کیا؟" فرزانہ بولی۔

"یہ کہ وُہ عورت جو اس مرد کے ساتھ آئی تھی ۔ میک اَپ وغیرہ
کی ماہر تھی ۔ جس نے آن کی آن میں اپنے چہرے کا میک اَپ
بدل لیا۔" اس نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" فرزانہ نے کہا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ اسے میک اَپ کرنے کی کیا
ضرورت تھی؟"

"بھئی کوئی ایسے میں تفتیش کے دوران اس سے پُوچھ سکتا تھا
کہ محترمہ آپ کے ساتھ آپ کے شوہر تھے ، وُہ کہاں ہیں۔"

"اوہ ہاں ۔ اس کا امکان ہے ۔ تو کیوں نہ ہم ابا جان
سے مل لیں اور اس نظریے پر بات کر لیں۔" محمود بولا۔

"بالکل ٹھیک ۔ ان سے مل کر یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ
انھوں نے اب تک کیا معلوم کیا ہے۔"

وہ گھر پہنچے ۔ یہاں سبھی موجود تھے ۔ اور ان کا انتظار
کر رہے تھے ۔

"بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔" خان رحمان گنگنائے۔

"جی ہم ذرا دُور نکل گئے تھے۔"

"کتنی بار منع کیا ہے ۔ دُور نہ نکل جایا کرو۔" انسپکٹر جمشید
نے بھنّا کر کہا۔

"ہائیں! کیا آپ ہم سے ناراض ہیں؟"

"نہیں تو ۔ یہ تو بالکل مصنوعی غصہ ہے۔"

"اوہ سوری ۔ آپ نے اب تک کیا معلوم کیا؟"

"ہم نے اب تک جن لوگوں کی نگرانی کرائی تھی ۔ ان
کی رپورٹیں وصول کی ہیں اور بس ۔ لیکن پہلے تم سُناؤ ، کیا
تیر مار کر آئے ہو؟"

"بُری طرح ناکام لوٹے ہیں ابا جان۔" فارُوق مسکرایا۔

"بلکہ یُوں کہ لیں ۔ وقت ضائع کر کے آئے ہیں۔"

"یہ اور بُری بات ہے ۔ فرزانہ تم نے کچھ نہیں کہا۔" انسپکٹر
جمشید نے اس کی طرف دیکھا۔

"میں ان کی ڈینگیں سُن رہی تھی۔"

"بالکل غلط — ہم نے تو ایک ڈینگ بھی نہیں ماری۔" محمود نے فوراً کہا۔

"بھئی بے چاری کو لگی ہے تو کر رہی ہے نا۔" پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"کیا چیز انکل؟" فاروق چونکا۔

"ابھی ابھی تم نے کہا تھا نا — ہم نے تو ایک بھی نہیں ماری۔"

"ڈینگ کا لفظ بھی بولا تھا میں نے انکل۔" محمود مسکرایا۔

"اوہ — ہائیں — تو یہ بات ڈینگ مارنے کی ہو رہی تھی۔"

"نج — جی ہاں — میں ایک نظریہ پیش کرنے کی اجازت چاہتی ہوں۔"

"اجازت ہے۔"

فرزانہ نے اپنا وہی نظریہ پیش کر دیا — جو ان کے سامنے بیان کیا تھا — انسپکٹر جمشید نے اس کے خاموش ہونے پر کہا:

"ہوا تو بالکل اسی طرح ہے — کاش ہم اس عورت کو نہ جانے دیتے — جس نے اپنا نام راضیہ بتایا تھا۔"

"جی ہاں! اس کیس میں ہم سے یہ بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے — غلطیاں اور بھی ہوئی ہیں، لیکن اتنی بڑی نہیں ہوئیں۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں بالکل — لیکن یہ غلطی بھی چھوٹی نہیں تھی کہ ڈبل لائٹ کا انتظام تو کر لیا، لیکن یہ نہ سوچا کہ روشنی ایک اور طریقے سے بھی غائب کی جا سکتی ہے۔"

"یہ ذمے داری پروفیسر انکل کی تھی — گویا اس مرتبہ ان سے بھی بھاری غلطی ہوئی ہے۔"

"ہاں! میں اپنی غلطی کو تسلیم کرتا ہوں اور ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔"

"اب میں ایک اور بات بتانا پسند کروں گی۔" فرزانہ کی آواز سنائی دی اور اس مرتبہ اس کا لہجہ ڈرامائی تھا۔

"معلوم ہوتا ہے — کوئی بڑا تیر مارنے جا رہی ہو۔"

"پتا نہیں — کون سا تیر نکلتا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی پہلے سن تو لو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن ابا جان — دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"بات ٹھیک ہے — پہلے ہم باہر جا کر چیک کرتے ہیں، پھر آ کر بات کریں گے۔"

انھوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا — یہاں تک کہ بیگم شیرازی کے گھر کو بھی چیک کیا — کیونکہ اس بات کا بھی

امکان تھا کہ مجرموں نے وہاں ڈیرا ڈالا ہوا ہو — اور اس طرف ہونے والی ایک ایک بات سن رہے ہوں ، لیکن وہاں بھی کوئی نہیں تھا —

"دیواروں کے کانوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں — فرزانہ تم اپنا نظریہ پیش کر دو۔"

فرزانہ نے دبی آواز میں ایک خاص بات انھیں بتائی ، انسپکٹر جمشید زور سے اُچھلے :

"اور — اور یہ بات معلوم ہو جانے کے بعد بھی تم نے ان کی نگرانی پر کسی کو مقرر نہیں کیا۔"

"وہ بالکل مطمئن ہیں — اس خیال میں مگن ہیں کہ کسی کو ان کے بارے میں خیال تک نہیں گزرے گا۔"

"ہوں ٹھیک ہے — لیکن اب تو ہم نگران مقرر کر سکتے ہیں۔"

"کیوں — اب انتظار کس بات کا۔"

"میں چاہتا ہوں — صبح سے پہلے ہم لوگ یہ کام نہ کریں۔"

"لیکن ابا جان — صبح تو تمام دُنیا کے اخبارات اودھم مچا رہے ہوں گے۔"

"کوئی پروا نہیں — صبح ٹی وی پر میرا اعلان بھی پوری دُنیا سُنے گی۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جیسے آپ کی مرضی۔"

رات انھوں نے جیسے تیسے گزاری اور صبح کے اخبارات جب ان کے سامنے آئے تو یہ معلوم ہونے کے باوجود اور اندازہ ہونے کے باوجود کہ کیا کیا طوفان اٹھائے جائیں گے — وہ ان خبروں کو دیکھ کر پریشان ہوتے بغیر نہ رہ سکے — پورے مُلک کی عزت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا — بڑے بڑے مُلکوں نے ان کے مُلک سے تعلقات ختم کرنے کے اعلانات کیے تھے — اور ایسا ان کے عوام کے اصرار پر کیا گیا تھا — انھوں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ معاملہ اس حد تک بڑا ہو سکتا ہے۔

"کیا اس سے یہ بہتر نہیں تھا کہ آپ رات ہی مجرم پر ہاتھ ڈال دیتے۔"

"پھر اس سے کیا ہوتا — کیا یہ خبریں نہ آتیں؟"

"اس حد تک نہ آتیں۔"

"تمھارا خیال غلط ہے بھئی — یہ خبریں تو آ کر رہنا تھیں، یہ خبریں تو پہلے ہی چھاپ کر رکھ لی گئی تھیں۔"

"کیا مطلب — یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟"

"یہ کام صرف ایک رات کا نہیں ہے — پہلے سے تیاریاں کر لی گئی تھیں۔"

"اوہ اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اس کا مطلب ہے۔ ان لوگوں کا پروگرام صرف اور صرف یہ تھا کہ ہمارے ملک کو پوری دُنیا میں بدنام کر دیا جائے۔ اس حد تک کہ بہت سے مُلک تو تعلقات تک توڑ لیں۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور ہم ان کے مقابلے میں بالکل ناکام ہو چکے ہیں۔ ہمارے مُلک کی ساری دُنیا میں کرکری ہو گئی ہے۔ اسلامی مُلکوں کو چھوڑ کر دُوسرے تمام ممالک میں لیڈی میڈیا کے چاہنے والے اَن گنت ہیں۔ ان حکومتوں کے لوگوں کے پُرزور احتجاج پر۔ گویا یہ کارروائی کی گئی ہے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ لوگوں کا احتجاج تو آج شروع ہوتا۔ دُنیا کے بیشتر ممالک میں تو اس وقت رات تھی۔ لوگ سوئے ہوئے تھے۔ انھوں نے احتجاج کس وقت کر ڈالا۔ ثابت ہوا۔ یہ سب فرضی کارروائی ہے۔ انھوں نے بس ایک پروگرام بنایا تھا، ایک منصوبہ بنایا تھا، اس منصوبے کی تیاری پہلے سے کر لی گئی تھی۔ سوال صرف اور صرف ایک ہے۔ اور بہت اہم ہے۔" اِنسپکٹر جمشید یہ کہ کر خاموش ہو گئے۔

"اور وہ اہم سوال اور اس کا جواب کیا ہے ابا جان؟"

فاروق نے فوراً کہا۔

"سوال میں بتا رہا ہوں، جواب تم تینوں دو۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"ارے باپ رے۔" فاروق بوکھلا اُٹھا۔

"سوال یہ ہے کہ انھیں یہ یقین کس طرح تھا کہ وہ اغوا کرنے میں ہر طرح کامیاب ہو جائیں گے۔ اور یہ کہ ان کی ناکامی کا کوئی امکان قطعاً نہیں ہے۔"

"بھلا اس سوال کا جواب ہم کس طرح دے سکتے ہیں ابا جان۔ اس کا جواب تو صرف اور صرف وہ لوگ دے سکتے ہیں، جنھوں نے یہ منصوبہ بنایا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"فرزانہ تم بتاؤ۔"

"جی۔ میں۔ یعنی کہ میں کس طرح بتا سکتی ہوں۔" فرزانہ نے کہا۔

"اور محمود تم۔ تم کیا کہتے ہو؟" انھوں نے سخت آواز میں کہا۔

"مم۔ میں کیا کہوں ابا جان! میں تو کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔" اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"بھئی بات ذرا مشکل ضرور ہے، لیکن اگر ذہن پر زور دیا جائے تو جواب معلوم کیا جا سکتا ہے۔ انھیں دراصل

سو فی صد یقین تھا کہ لیڈی میڈیا کو ضرور اغوا کر لیا جائے گا
اور ہم اس اغوا کو ناکام نہیں بنا سکیں گے — آخر کیوں؟

"آپ ہی بتا دیں — ہمارے ذہن میں تو کوئی بات
نہیں آ رہی۔" فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"خیر — میں تو اب سب کے سامنے یہ بتاؤں گا —
جو عورت ہمیں چکمہ دے گئی تھی — اس کا بھی دراصل تعاقب
کیا گیا تھا۔"

"جی — تعاقب کیا گیا تھا — کیا واقعی؟"

"ہاں بھئی — اور ایسا میری کوشش سے نہیں ہوا — ہوا
یہ کہ ایک سادہ لباس والا کار پارک کے دروازے کے
پاس ڈیوٹی دے رہا تھا — اس نے اس عورت کو افراتفری
کے عالم میں آ کر کار لے جاتے دیکھا — اسے شک ہو گیا
اور وہ اس کے تعاقب میں لگ گیا۔"

"وہ مارا — اب وہ عورت کہاں ہے؟"

"ہم نے ابھی اس پر ہاتھ نہیں ڈالا — تاہم اس کی
نگرانی ہو رہی ہے — وہ یہاں سے سیدھی ایک مکان میں گئی
تھی — اس کے بعد مکان سے نہیں نکلی۔"

"اور وہ مکان کم از کم ارباب بخاری کا نہیں ہو سکتا۔"

"بالکل نہیں۔"

"تب تو ہمارے ہاتھ ایک اہم آدمی لگ گیا ہے —
آپ دیر کیوں کر رہے ہیں؟"

"میں دیر نہیں کر رہا — ان اخبارات کا انتظار کر رہا تھا۔"

"پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"وہی — جو ایسے موقعوں پر ہوتا ہے — سب کو ایک جگہ
جمع کروں گا — لیکن اور انداز سے۔"

"ایک اور انداز سے کس طرح بھلا؟"

"بس دیکھتے جاؤ۔" یہ کہہ کر انھوں نے فون کا ریسیور
اٹھا لیا اور صدر صاحب کے نمبر ملائے — جلد ہی ان کی
مُردہ سی آواز سنائی دی — انسپکٹر جمشید کی آواز سنتے ہی انھوں
نے کہا:

"ہم تو کہیں کے نہیں رہے جمشید — یہ واقعہ ہمیں لے
بیٹھے گا — ملک ہر لحاظ سے نقصان میں چلا جائے گا —
دوسرے ملکوں سے تجارت، لین دین، معاہدے — سب
کھٹائی میں پڑ جائیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں سر — صرف اور صرف ایک اعلان
ریڈیو، ٹیلیویژن اور ٹیلی فونوں کے ذریعے پوری دنیا میں
نشر کر دیں۔"

"کک — کیسا اعلان؟"

"یہ کہ آپ لیڈی میڈیا کے بارے میں دو گھنٹے بعد ایک اہم ترین اعلان کرنے والے ہیں۔"

"میں اعلان کرنے والا ہوں؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ پہلے اعلان تو کریں۔"

"دیکھ لو جمشید — کہیں رہی سہی بھی نہ جائے۔"

"جی نہیں — آپ صرف پیغام نشر کرا دیں — باقی آپ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

"اچھی بات ہے — اگر تم کہتے ہو تو کرائے دیتا ہوں، لیکن سچ بات یہ ہے کہ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔"

"میں نے کہا نا سر — آپ فکر نہ کریں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اب ہم کچھ بھی کر لیں جمشید — جو ذلت ہمارے ملک کے حصے میں آنا تھی، آ چکی — اب اس سے نجات نہیں مل سکے گی — چاہے ہم کچھ بھی کر لیں۔"

"میں دیکھوں گا سر — کہ اپنے ملک کے لیے — اپنے ملک کے لوگوں کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

"اچھا جمشید — یہ بھی سہی — کم از کم تم یہ تو نہیں کہ سکو گے نا کہ میں نے تمھاری طرف کوئی توجہ نہیں دی۔"

"شکریہ سر — دو گھنٹے بعد آپ بھی ٹی وی سٹیشن آ جائیے

گا — باقی سب لوگ بھی وہاں موجود ہوں گے۔"

"باقی سب کون؟"

"جن جن کا تعلق اس معاملے سے ہے۔"

"کہیں مزید سبکی نہ ہو جائے جمشید۔" انھوں نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"میں کہ چکا ہوں سر — سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

اور انھوں نے ریسیور رکھ دیا — یہ اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے — ٹی وی انھوں نے آن کر دیا تھا — اس پر ہر پندرہ منٹ بعد اعلان ہوتا رہا — اعلان کے الفاظ یہ تھے:

"ٹھیک گیارہ بجے دن — صدرِ مملکت لیڈی میڈیا کے بارے میں ایک انتہائی اہم اعلان کرنے والے ہیں۔"

یہ اعلان ریڈیو پر بھی بار بار نشر ہونے لگا — انسپکٹر جمشید تیاری کے سلسلے میں نہ جانے کہاں غائب ہو چکے تھے — آخر ان کا فون انھیں موصول ہوا، وہ کہ رہے تھے:

"سب انتظامات ہو چکے ہیں — تم ٹھیک آدھ گھنٹے بعد ٹی وی سٹیشن آ جاؤ، اپنے انکلز کو بھی لے آنا — امید ہے، بہت مزا آئے گا۔"

"لیکن ابا جان — ملک کی اس قدر بدنامی ہو جانے کے بعد اگر مزا آیا بھی تو کیا۔"

"فکر نہ کرو۔ بدنامی کا داغ دھل جائے گا اِن شاء اللہ!"

"ہم فوراً روانہ ہو رہے ہیں۔"

انھوں نے پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو ساتھ لیا اور ٹی وی سٹیشن پہنچ گئے، انھیں فوراً ہی ایک بڑے ہال میں لایا گیا۔ بہت بڑے پروگراموں کی ریکارڈنگ کے لیے یہ ہال مخصوص تھا۔ انھوں نے دیکھا۔ وہاں کیس سے متعلق قریباً سبھی آدمی موجود تھے، لیکن وُہ عورت کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ جو انھیں چکمہ دے کر نکل گئی تھی، لیکن پھر کار پارک میں کھڑے سادہ لباس والے نے اس کا تعاقب کر ڈالا تھا۔ اور اس وقت سے زیرِ نگرانی تھی۔ ظاہر ہے۔ ان کے والد نے اسے کہیں اِدھر اُدھر رکھا ہوا ہو گا۔ ایک بات انھوں نے یہ بھی نوٹ کی کہ ٹی وی سٹیشن کے چاروں طرف فوج کا قبضہ تھا اور طیارہ شکن توپوں کے علاوہ جدید ترین آلات بھی نصب تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن کی طرف سے کسی خوفناک کارروائی کی امید بھی کی جا سکتی تھی۔

اور پھر صدرِ مملکت اور بہت سے وزرا بھی تشریف لے آئے۔ جب حاضرین کی تعداد مکمل ہو گئی تو صدر صاحب نے مائک کے سامنے منہ کر کے اعلان کیا:

"اعلان مجھے کرنا تھا، لیکن اب میری بجائے انسپکٹر جمشید

اعلان کریں گے۔ بلکہ صرف اعلان نہیں کریں گے، تمام تر تفصیلات بتائیں گے۔ لیڈی میڈیا کہاں ہیں۔ ان کے ساتھ کیا بیتی یہ بھی بتائیں گے۔ لہٰذا میں ان کے حق میں جگہ چھوڑتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ اب انسپکٹر جمشید آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی تقریر شروع کی:

"جس روز سے لیڈی میڈیا کا پروگرام ہمارے ملک میں طے کیا گیا تھا، میں اسی روز سے فکر مند تھا، ایک بات تو یہ کہ موسیقی کے پروگراموں کا دین سے کوئی تعلق نہیں، پھر ان پروگراموں کے دوران آدمی نماز روزے سے رہ جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اسلام نے موسیقی کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ سب باتیں میری پریشانیوں کا سبب تھیں، لیکن ان کے علاوہ ایک اور وجہ تھیں لیڈی میڈیا۔ پوری دُنیا میں انھیں پسند کرنے والے موجود ہیں اور اس مرتبہ وہ اپنی زندگی کا بہت بڑا مقابلہ جیتنے والی تھیں، اس مقابلے میں انھیں اس قدر آمدنی ہونی تھی کہ وہ دُنیا کی سب سے مالدار عورت بننے والی تھیں۔ دوسری طرف یہ خبریں اڑ رہی تھیں کہ مخالفین کی کوشش ہو گی کہ لیڈی میڈیا کو پروگرام میں شریک نہ ہونے دیا جائے۔ لہٰذا انھیں اغوا کر لیا جائے۔

اگر انھیں ہمارے ملک سے باہر کسی جگہ سے اغوا کر
لیا جاتا تو ہمارے لیے پریشانی والی بات کوئی نہیں
تھی، لیکن اگر ہمارے ملک میں اس قسم کی واردات
ہوتی ہے تو یہ ہمارے لیے بہت اُلجھن کی بات ہوتی۔
لہٰذا میں بہت فکرمند تھا اور میں نے اس سلسلے میں
تمام تر انتظامات کیے کہ انھیں اغوا نہ کیا جا سکے۔
جب وہ ہمارے ملک میں آ گئیں تو ان کی حفاظت
کی ذمے داری بھی مجھ پر ڈالی گئی۔ میں نے پہلا
کام یہ کیا کہ انھیں اپنے ایک خفیہ ٹھکانے پر لے
آیا تاکہ دشمن انھیں اغوا نہ کر سکیں، لیکن انھیں
اغوا کرنے کی زبردست کوشش کی گئی جو ہم نے
ناکام بنا دی اور پھر پروگرام کا وقت شروع ہونے
پر انھیں سٹیج پر لے آئے۔ ہم نے عوامی ہال
کے تمام دروازے بند کرا دیے تھے۔ ہال کے
اندرونی حصے کو پوری طرح آلات کی مدد سے چیک
کیا تھا۔ صرف دو دروازے کھول کر رکھے گئے۔
اور ان دروازوں پر میں اور میرے بچے چیکنگ کر
رہے تھے۔ ہم نے طے کیا تھا کہ چاہے کوئی بھی
ہو۔ ہم تلاشی کے بغیر اندر نہیں جانے دیں گے۔

یہاں تک کہ صدرِ مملکت کی بھی تلاشی لی جائے۔ اور ہم
نے تلاشی لی۔ اپنے قریبی دوستوں خان رحمان اور پروفیسر
داؤد تک جیسے لوگوں کو تلاشی کے بغیر اندر نہیں جانے
دیا گیا۔ ان حالات میں اگر کسی نے اعتراض کیا تو
ہم نے اس کے اعتراض کی کوئی پروا نہیں کی، کیونکہ
یہ مسئلہ تھا پورے ملک کا۔ ہماری پوری قوم کا۔
پورا ملک اور پوری قوم بدنام ہو جاتی، اگر لیڈی میڈیا
کو اغوا کر لیا جاتا۔ دوسری طرف دشمنوں کا منصوبہ
تھا کہ لیڈی میڈیا کو ہر حال میں اغوا کر لیا جائے
گا۔ انھیں اس کے اغوا کر لیے جانے کا سو
فی صد یقین تھا۔ لہٰذا دشمن ممالک کے پریسوں میں
اخبارات پہلے ہی چھاپ کر رکھ لیے گئے۔ ان کی
سرخیاں یہ تھیں۔ پاک لینڈ میں لیڈی میڈیا اغوا ہو
گئی۔ جن ملکوں نے اس بہانے سفارتی تعلقات
ختم کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ انھوں نے بھی یہ
خبریں پہلے ہی شائع کر دیں کہ انھوں نے پاک لینڈ
سے تعلقات ختم کر لیے ہیں۔ گویا سب کچھ پہلے طے
کر لیا گیا تھا۔ کوئی میرے یہ الفاظ سن کر کہہ سکتا
ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ پہلے سے یہ چیزیں شائع

نہیں کی گئی تھیں۔ تو اس کا ثبوت میں دے سکتا ہوں۔ جب ہمارے ہاں یہ پروگرام شروع ہوا۔ اس وقت بیشتر ممالک میں رات تھی۔ لوگ یا تو سو رہے تھے یا یہ پروگرام دیکھ رہے تھے۔ اس وقت وہ سڑکوں پر کس طرح نکل آئے۔ انھوں نے احتجاج کس طرح کر لیا۔ اخبارات میں جو تصاویر شائع ہوئی ہیں۔ ان میں ایک بھی رات کے وقت کی نہیں ہے، احتجاج کی تصاویر تو رات کی ہیں نہیں، لیکن ان ممالک میں اس وقت رات تھی۔ احتجاج کرنے کے لیے انھوں نے دن نکلنے کا انتظار کیا نہیں تو پھر دن کی تصاویر کہاں سے آ گئیں۔"

"اوہ اوہ۔" بے شمار آوازیں اُبھریں۔ یہ ایک مکمل ترین ثبوت تھا۔

دُنیائے حیرت

انسپکٹر جمشید کی طرف سے پیش کردہ اس ثبوت نے سنسنی کی ایک لہر پوری دنیا میں دوڑا دی۔ فوراً ایک پیغام اشارجہ کی طرف سے صدر صاحب کے نام نشر کیا گیا۔ اس میں درخواست کی گئی کہ اس وضاحتی پروگرام کو بند کر دیا جائے، تمام ممالک اپنے اعلانات واپس لے لیں گے۔ اور لیڈی میڈیا کی واپسی کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا۔

یہ پیغام بذریعہ ٹی وی دیا گیا۔ ٹی وی سٹیشن پر اس وقت دُوسرے کمروں میں دُنیا کے مختلف سٹیشن بھی لگائے گئے تھے۔ ٹی وی سٹیشن کے ڈائریکٹر خود صدر صاحب کی خدمت میں پیش ہوئے اور یہ پیغام ان کے کان میں کہا۔ صدر صاحب اسی وقت اُٹھے اور یہ پیغام انسپکٹر جمشید کے کان میں کہا۔

"تو پھر۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟"

”میں اس موقعے پر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا — تمام معاملہ تم پر چھوڑ دیا ہے۔“ صدر صاحب بولے۔

”تب پھر آپ تشریف رکھیں — تیل دیکھیں اور تیل کی دھار دیکھیں۔“

”وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔“ انھوں نے مسکرا کر کہا اور پیچھے ہٹ گئے۔

ایک بار پھر انسپکٹر جمشید کی آواز گونجنے لگی:

آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی اور شاید خوشی بھی — اور شاید کچھ لوگوں کو جلن بھی محسوس ہو گی کہ ابھی ابھی انشارجہ نے ہمارے صدر صاحب سے ایک درخواست کی ہے — کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ درخواست کیا ہے؟“

”ضرور — ضرور — کیوں نہیں۔“

”درخواست یہ ہے کہ یہ پروگرام بند کر دیا جائے — یعنی میں مزید وضاحت نہ کروں۔“

”یہ کیا بات ہوئی — انشارجہ ایسا کیوں چاہتا ہے؟“

”انشارجہ کی بیک پر بیگال ہے — اور اس سارے منصوبے کا کرتا دھرتا بنگال ہے — بلکہ بیگال کی بجائے یہودی ذہن کہنا چاہیے — بیگال نے اب انشارجہ کو مجبور کیا ہے کہ وہ یہ پروگرام رکوا دے — کیا آپ لوگ اس بات کو پسند

کریں گے کہ یہ پروگرام جوں کا توں ختم کر دیا جائے اور آپ مزید کچھ جانے بغیر یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں؟“

”نن — نہیں — نہیں۔“ تمام لوگ چلائے۔

”میں آپ لوگوں کے جذبات کا احترام کروں گا اور ہماری حکومت انشارجہ کی یہ بات ماننے سے انکار کرتی ہے، انشارجہ کی حکومت اس وقت کیا کر رہی تھی — جب ہمارے ملک کے خلاف پوری دنیا کے دشمن ممالک کے پریس خبریں شائع کر رہے تھے اور ابھی لیڈی میڈیا کا اغوا ہوا بھی نہیں تھا — اس وقت انشارجہ نے یہ کیوں نہ کہا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو — اس وقت وہ تمام ممالک بیگال کے حکم پر ایسا کر رہے تھے — اور کسی نے بھی اس کی تجویز سے انکار نہیں کیا تھا — ایسے ممالک ہمارے لیے کس طرح فائدہ مند ہو سکتے ہیں — اور ہم کیوں ان کے لیے اس پروگرام کو بند کریں — آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر رہے گا — ٹھیک ہے یا نہیں؟“

”بالکل ٹھیک — بالکل ٹھیک۔“ سب نے بلند آواز میں کہا۔

”تو پھر آگے سنیے — میں نے ایک ثبوت پیش کیا تو انشارجہ بوکھلا اٹھا — بیگال کی سٹی گم ہو گئی — ابھی میں ایک اور ثبوت پیش کروں گا تو ان کے تو اڑ جائیں گے ہوش۔

پوری دُنیا میں مَیں نے انھیں ننگا نہ کیا تو میرا نام بھی انسپکٹر
جمشید نہیں — اب سنیے۔"

اس وقت ان کے چہرے پر بہت جلال تھا — رعب
تھا، دبدبہ تھا — اور چہرہ بالکل سُرخ تھا — آنکھیں گویا آگ اگل
رہی تھیں — اس حالت میں تو محمود، فاروق اور فرزانہ نے
بھی انھیں کبھی نہیں دیکھا تھا —

"اب سُنیے — ہمارے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا ہے — عوامی
ہال کی روشنیاں سلب کر لی گئیں — اور جب سب لوگ
اندھے بن گئے تھے — لیڈی میڈیا فوراً سٹیج سے اٹھ کر تماشائیوں
میں جا بیٹھیں۔"

"جی — کیا فرمایا — تماشائیوں میں جا بیٹھیں؟ بے شمار آوازیں
اُبھریں —

"ہاں! انھوں نے صرف اتنا کیا کہ اپنا کوٹ پلٹ کر پہن
لیا — جوتے بھی الٹ کر پہن لیے — بالوں کی وگ بھی پلٹ کر
پہن لی — اور گال پر لگا ہوا ایک تل اتار کر پھینک دیا۔"

"کیا مطلب — کیا مطلب؟"

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے مزا لے کر کہا۔

"لیڈی میڈیا کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ اپنا اغوا خود کرانا چاہتی تھیں — وہ بھی یہ چاہتی تھیں

کہ انھیں اغوا کر لیا جائے — اور ہمارا ملک پوری دنیا میں بدنام
ہو جائے — جانتے ہیں کیوں؟

"کیوں — کیوں؟" لوگ چلائے۔

"اس لیے — کہ یہ مُقابلہ جیت کر وہ پوری دُنیا میں سب
سے زیادہ مال دار عورت بن جائیں، لیکن اس منصوبے پر عمل
کر کے انھیں اس سے بھی پانچ گنا زیادہ رقم ملنے والی تھی —
بیگال کی حکومت نے ان سے یہی وعدہ کیا تھا — بلکہ ان کے
اکاؤنٹ میں یہ رقم جمع کرا بھی دی گئی ہے۔"

"اوہ — نہیں!" وہ لوگ چلائے۔

"بس یہی منصوبہ تھا — بیگال نے لیڈی میڈیا کو پہلے ہی
خرید لیا تھا — لہٰذا اس طرح اغوا ہو جانا بھلا کیا مشکل تھا،
کسی کو اٹھا کر تو لے جانا نہیں تھا — اب سوال یہ تھا کہ
جب وہ اکیلی باہر نکلیں گی تو ان پر شک کیا جائے گا —
اور چیک کیا جائے گا — لہٰذا اس کے لیے ایک اور ترکیب
کی گئی۔"

"اور وہ کیا؟"

"ہمارے مُلک میں بیگال کے ایک ایجنٹ ہیں — انھیں
حکم دیا گیا کہ وہ ہال میں کسی زبردست قسم کی اداکارہ
کو اپنی بیوی کے طور پر لے جائیں — یعنی — ان

کی بیوی کے میک اَپ میں ہو ــ لیکن میک اَپ
ایسا ہو کہ میک اَپ نظر ہی نہ آئے ــ کیونکہ ہم
لوگ میک اَپ زدہ چہرے کو فوراً بھانپ لیتے
ہیں ــ لہٰذا قدرتی انداز میں میک اَپ کیا گیا ــ اور
میک اَپ کیا گیا اس ایجنٹ کی بیوی کا ــ گویا
اس عورت کو ایجنٹ کی بیوی کا کردار ادا کرنا
تھا ــ بیوی بے چاری تو گھبرا جاتی ــ اس کے
چہرے کی گھبراہٹ ہم سے چھپی نہ رہتی ــ لیکن
ایک ماہر اداکارہ اس کردار کو نبھا سکتی تھی ــ اب
کرنا یہ تھا کہ اس ایجنٹ کے ساتھ لیڈی میڈیا کو
باہر نکل جانا تھا ــ یعنی اپنا حُلیہ تبدیل کرنے
کے بعد ــ اس عورت کو پہلے ہی اس قسم کا لباس
پہنا کر لایا گیا تھا ــ جو لیڈی میڈیا کا حُلیہ تبدیل
کر لینے کے بعد بنتا ــ جب لیڈی میڈیا نے حُلیہ
تبدیل کیا ــ تو اس کے لباس میں اور اس عورت
کے لباس میں کوئی فرق نہ رہ گیا ــ لیکن باہر نکلنے
سے پہلے اس عورت نے اپنا لباس الٹا لیا ــ
اور وہ ایک نئی عورت بن گئی ــ جس نے باہر نکلتے
وقت چیکنگ کے دوران یہ بات بتائی کہ وہ مسٹر

ارباب بخاری کی بیوی ہے ــ اُن کے ساتھ آئی
تھی، لیکن انھیں کسی کاروباری کام سے جانا پڑ
گیا، اس لیے وہ تنہا ہیں ــ تماشائیوں میں سے
ایک تماشائی ــ رانا بھوپال کو پہلے ہی اس کام
پر مقرر کر دیا گیا تھا کہ وہ پروگرام شروع ہونے
سے پہلے ہی وہاں سے چلا جائے ــ تاکہ دروازے
پر موجود نگران فوراً یہ بیان دیں کہ ہاں ان کے
شوہر چلے گئے تھے ــ لہٰذا اس عورت کو روکا
نہ گیا ــ ہاں نام پتا ضرور پوچھ لیا گیا ــ اس عورت
کو کار پارک کے پاس موجود سادہ لباس والے
نے گھبراہٹ میں دیکھا اور اس کا تعاقب کیا ــ
دوسری طرف بیگال کا ایجنٹ لیڈی میڈیا کو اپنے
ساتھ لے کر نکلا ــ گویا اپنی بیوی کو لے کر نکل رہا
ہے ــ اب چونکہ اسے اسی حالت میں داخل ہوتے
دیکھا جا چکا تھا ــ لہٰذا کسی کو شک نہ ہوا اور
لیڈی میڈیا نہایت آسانی سے اغوا ہو گئیں ــ
وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ لیڈی میڈیا سے سودا
طے ہو چکا تھا ــ اور اس چیز کو محسوس کیا فرزانہ
نے ــ اس نے ایجنٹ اور اس کی مصنوعی بیوی کو

آتے دیکھا تھا۔ فرزانہ کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔
اس نے اس عورت کی چال میں ہلکی سی لنگڑاہٹ
دیکھی۔ لیکن جب ایجنٹ واپس پلٹا تو اس کے
ساتھ موجود عورت کی چال میں لنگڑاہٹ نہیں تھی۔
ان تینوں نے اس کے گھر جا کر چیک کرنے کا
فیصلہ کیا۔ جب وہ ایجنٹ کے گھر گئے اور اس کی
بیوی کو دیکھا تو دھک سے رہ گئے۔ یہ تو وہ عورت
سرے سے نہیں تھی۔ لہٰذا ہم نے اس ایجنٹ کو
قابو کر لیا۔ اور اس کی نشان دہی پر ایک ہوٹل
کے کمرے سے لیڈی میڈیا کو برآمد کر لیا۔ جہاں یہ
چند دن رہنے کے بعد پرواز کر جاتیں۔ بھئی اکرام۔
ذرا لیڈی میڈیا کو سٹیج پر لے آئیں۔" انھوں نے کہا۔

اکرام ایک کونے سے لیڈی میڈیا کو لیے نمودار ہوا۔
لیڈی میڈیا کا سر جھکا ہوا تھا۔

"محترمہ۔ میں نے جو کچھ کہا۔ اس میں کوئی بات غلط
تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ حرف بحرف درست ہے۔ اور آپ نے ان
باتوں کو اگلوانے کے سلسلے میں مجھ سے کوئی زبردستی نہیں
کی۔ میں نے اپنی خوشی سے تمام باتیں بتا دی تھیں۔

اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ جو میں بعد میں بتاؤں گی۔
آپ اپنی بات مکمل کر لیں۔"

"شکریہ! اب آپ لوگ اس ایجنٹ کو دیکھنے کے
بے چین ہوں گے۔ جس کے ذریعے یہ سارا کام لیا
۔ یہ بھی بتا دوں کہ روشنیاں سلب کرنے والا آلہ
اس کے پاس تھا۔ جو بالکل کیمرے کی شکل کا ہے۔
ں کا بٹن دبانے کی دیر تھی کہ روشنیاں ہماری نظروں کے
بجھ گئیں، ویسے آن رہیں۔ اکرام۔ اب ذرا ان
ٹ صاحب کو لے آئیں۔"

"او کے سر۔"

اسی وقت اکرام کے ماتحت ایک شخص کو لیے آگے
ئے۔ سب نے دیکھا۔ وہ ڈاکٹر جالب تھے۔ ان کا چہرہ
کا ہوا تھا۔ برسوں کے بیمار نظر آ رہے تھے۔

"یہ ہیں وہ ایجنٹ۔ یہ اور ان جیسے اور کئی ایجنٹ
ارے ملک کی جڑیں کاٹنے اور کھوکھلی کرنے کے لیے انشارجہ،
یکال، شارجستان اور ڈناس وغیرہ نے چھوڑ رکھے ہیں۔
اپنا رحم فرمائیے۔ ہاں محترمہ! آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں؟"
پکٹر جمشید نے کہا۔

"ہاں! آپ کے ملک کی عدالت مجھے جو سزا دے، میں

اس سزا کو بھگتنے کے لیے تیار ہوں، لیکن اس کے بعد میری
ایک درخواست ہے۔ اگر میں وہ درخواست اس وقت
بیان کروں گی تو یہ خیال کیا جائے گا کہ میں نے سزا
کے خوف سے یہ بات کہی ہے۔ لہٰذا آپ جلد از جلد مجھے
سزا دلا دیں، تاکہ میں وہ بات آپ سے کہہ سکوں۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں یہ بات نہیں کہوں گا کہ آپ
نے سزا کے خوف سے یہ بات کہی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"نہیں۔ میں اس وقت نہیں کہوں گی۔ سزا کے بعد
کہوں گی۔"

"بہت بہتر۔ اب یہ پروگرام ختم ہوتا ہے۔" انھوں نے
اعلان کیا۔

سب لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ لیڈی میڈیا اور
دوسرے مجرم حوالات میں بند کر دیے گئے۔ ان کے ذہن میں
صرف اور صرف ایک سوال گونج رہا تھا۔ یہ کہ سزا کا فیصلہ ہونے
کے بعد وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ اور پھر اس مقدمے کا فیصلہ
جلد سنا دیا گیا۔ ڈاکٹر جالب کو عمر قید کی سزا ہوئی اور لیڈی
میڈیا کو سات سال قید کی سزا سنائی گئی۔ اسی دوران انسپکٹر جمشید
نے کمرۂ عدالت کے باہر اسے روک لیا:

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"یہ کہ میں نے آپ کے ٹھکانوں پر قرآن کی تلاوت
تھی۔ میں۔ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں، لیکن گرفتاری
ے وقت اگر میں یہ بات کہتی تو یہ خیال کیا جاتا کہ میں
ا سے بچنے کے لیے ایسا کر رہی ہوں۔ میں یہ سزا ضرور
ں گی۔ مجھے مسلمان بنا لیجیے۔"

یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ
ت کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

- ○ کیا اس مظلوم کے قاتل کو انسپکٹر ارسلان تلاش کر سکے ؟
- ○ اس کو بیس سال پہلے کس نے مارا تھا ؟
- ○ لاش کس طرح ملی ؟
- ○ قتل ہونے والا کس قسم کے جہاد میں مصروف تھا ؟
- ○ روبالیہ — ایک طاقت ، ایسی طاقت جس کے اشارے پر بہت کچھ ہو رہا تھا اور بہت کچھ سے بھی بہت زیادہ کچھ ہونے والا تھا کہ دونوں پارٹیاں اس کے تعاقب میں نکل گئیں۔
- ○ روبالیہ الامریکا میں مقیم تھی، اس کی حفاظت کے لیے بڑے بڑے انتظامات تھے۔
- ○ انسپکٹر اٹوکا سے ملیے — وہ کس انداز میں انسپکٹر ارسلان اور انسپکٹر عمر کے سامنے آیا۔
- ○ میال نامی شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے ، اسے بچانے کے لیے بابر اور توقیر نے بہت کوشش کی۔
- ○ میال کو قتل کیوں کیا گیا ؟
- ○ ارشا میں کیا ہو رہا تھا ؟
- ○ سراش — ایک اہم شخصیت۔
- ○ آخر میں قاتل کی آمد پر آپ سوچ میں پڑ جائیں گے۔
- ○ باطل قوتوں سے خوفناک ٹکراؤ۔

ڈیر انکل اشتیاق احمد صاحب

السلام علیکم ! اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں آپ کے ناولوں کا کافی پُرانا قاری ہوں۔ میں نے جب آپ کے ناول پڑھنا شروع کیے، اس وقت میں چھٹی جماعت کا طالب علم تھا اور اب بی کام کا طالب علم ہوں، لیکن اتنا تفصیلی خط میں آپ کو پہلی بار ہی لکھ رہا ہوں۔ یہ کوئی اتنی زیادہ اہم بات نہیں، کیونکہ مجھ سے زیادہ پُرانے قاری بھی موجود ہیں۔

اہم بات تو یہ ہے کہ منی خاص جس کا نام "تابوت کا راز" ہے، کے شائع ہوتے ہی آپ کے لکھے ہوئے منی خاص نمبروں کی نصف سنچری مکمل ہو گئی، بلکہ بیس فروری کے دونوں منی خاص نمبروں کو ملا کر یہ تعداد اکیاون ہو گئی ہے۔

آپ کا انیسواں خاص نمبر "فتنے کی چوری" تھا۔ جو اٹھارہویں خاص نمبر "سنہری چٹان" کے مقابلے میں بالکل کل کا بچہ محسوس ہوا۔ یہ بات آپ نے اپنے انیسویں خاص نمبر کی دو باتیں میں تحریر کی تھی۔ اسی خاص نمبر کی دو باتیں میں آپ نے

منی خاص نمبر کا خیال پیش کیا جو کہ مستقل نہیں تھا اور
اس خیال کے پیش کرنے کی وجہ آپ کے سیدھے ہاتھ کی
چھوٹی اُنگلی کی تکلیف تھی جو ہر مہینے آپ کو چار ناول لکھنے
سے روک رہی تھی۔

دو ناولوں کے برابر ایک ناول کا خیال آپ نے اس
لیے بھی پیش کیا کہ اس طرح آپ کو پندرہ دن کی رخصت
مل جائے، لیکن یہ پندرہ دن کی رخصت بھی آپ کے
قارئین کے حق میں رہی گئی اور اس طرح ۲۰ جولائی ۱۹۸۸ء کو آپ
کا پہلا منی خاص نمبر "جی موف کا وار" منظرِ عام پر آیا۔ جس کو
آپ کے تمام قارئین نے بہت سراہا۔ یہ کسی طرح بھی ایک
خاص نمبر سے کم نہیں تھا، اگرچہ یہ بھی "سنہری چٹان" کے
مقابلے میں کل کا بچہ تھا، لیکن صرف جسامت کے لحاظ سے۔
اس کے بعد مسلسل بہت سے شاہکار منی خاص نمبر پڑھنے کو
ملے، لیکن اس دوران جو اہم بات ہوئی، وہ یہ تھی کہ وقتی
طور پر خاص نمبر اپنی چال بھول گئے اور سکول کی چھٹیوں کی
چال میں آ گئے اور ان کا اس چال میں آنا بھی ایک دفعہ
پھر آپ کے قارئین کے حق میں گیا اور یوں ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۹ء
کو بائیسواں خاص نمبر "دشمن چٹانیں" پڑھنے کو ملا اور اس کے
دو مہینے بعد ہی تیئسواں خاص نمبر "ثبوت کی تلاش" ملا، لیکن بعد

میں خاص نمبروں کو عقل آ گئی اور وہ دوبارہ اپنی چال چلنے لگے۔
ان منی خاص نمبروں کی ایک اہم بات یہ تھی کہ بیسویں منی
خاص نمبر "سوفی صد جیرال" میں آپ نے اپنے پہلے خاص نمبر
کے پہلے بین الاقوامی مجرم جیرال کو زندہ کر دیا۔ اس کے علاوہ
آپ کا انیسواں منی خاص نمبر "جمشید کی واپسی" بھی ایک شاہکار
ناول تھا۔

اس دوران آپ کا پچیسواں خاص نمبر "سمندر کی آگ" کہانی کے
علاوہ اس لحاظ سے بھی اہم تھا کہ اس میں آپ نے اپنی
اُنگلی کے ٹھیک ہونے کی خوش خبری سُنائی اور اس طرح ہمیں
ہر مہینے ایک کی بجائے دو منی خاص نمبر ملنے لگے۔

ایک اور اہم بات جو ہوئی، وہ یہ تھی کہ ایک صاحب
نے آپ پر یہ الزام بھی لگایا کہ آپ کے ناول لوگ اس
لیے بھی زیادہ خریدتے اور پڑھتے ہیں کہ اس میں انعامی سلسلہ
بھی شامل ہوتا ہے۔ اس الزام کے جواب میں آپ نے فوری
طور پر انعامی سلسلہ ختم کر دیا، لیکن اس سے بھی ناول پڑھنے
والوں کی تعداد میں کوئی کمی نہیں ہوئی، بلکہ اس سے یہ بات
ثابت ہو گئی کہ لوگ معیاری چیز ضرور پڑھتے ہیں، چاہے وہ
اشتیاق احمد کا ناول ہو یا کسی اور اچھے مصنف کی کوئی معیاری
کتاب، اس بات سے قطعِ نظر کہ اس میں انعامی سوال ہے

یا نہیں ۔

اس دوران کی ایک اور اہم بات یہ بھی ہے کہ آپ کے دس سال پرانے ناول بھی باقاعدگی سے بازار میں آنے شروع ہوئے اور انھوں نے بہت مقبولیت حاصل کی ، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ پرانے ناول آج بھی آپ کے لکھے ہوئے نئے ناولوں کے مقابلے میں بہت زیادہ مقبول ہیں ۔

آپ کا پہلا منی خاص نمبر "جی موت کا وار" جو ۲۰ جولائی ۸۸ء کو شائع ہوا اور آپ کا پچاسواں منی خاص نمبر "تابوت کا راز" جو ۱۰ فروری ۹۲ء کو شائع ہوا ، یوں ساڑھے تین سال کے عرصے میں ہمیں کل پچاس منی خاص نمبر اور آٹھ خاص نمبر پڑھنے کو ملے ۔ اس کے علاوہ آپ کے ذمے چاند ستارے کا کام بھی آ پڑا تھا ۔ میں اپنی طرف سے اور تمام قارئین کی طرف سے آپ کو منی خاص نمبروں کی نصف سنچری اور خاص نمبروں کی شاندار سلور جوبلی (تعداد پچیس سے زیادہ) مکمل ہونے پر بہت بہت مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ آخر میں میری ایک فرمائش یہ بھی ہے کہ آپ کا لکھا ہوا ایک بہت پرانا ناول "پانچ قدم پر موت" (انسپکٹر جمشید سیریز) ہے ، جو بازار میں بالکل دستیاب نہیں ہے ، آپ چونکہ آج کل پرانے ناول شائع کر رہے ہیں ، اس لیے ہو سکے تو یہ ناول بھی جلد از جلد شائع کریں ۔ میں اس دعا کے

ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو "غار کا کنواں" جیسے ناول لکھنے میں مدد فرمائیں ۔ آمین !

اشعر عمر ، اے ۵۰۵ بلاک ۱۲ گلبرگ ، فیڈرل بی ایریا ، کراچی نمبر ۳۸

محترم اشتیاق احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! "یوڈا پر حملہ" پڑھا ۔ پہلے تو دو باتیں پڑھ کر ہی حیرت کا جھٹکا لگا ، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک بزرگ کی پیدائش یا وفات پر چھٹی اور وہ بھی ایک ادارے کو ؟ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو یارِ غار ہیں ، ان کی پیدائش کا دن کسی مسلمان کو یاد تک نہیں ۔ آخر ایسا کیوں ہے ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے بزرگوں اور ولیوں کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے ۔ اپنا آقا و مولا کہیں انھیں تو نہیں سمجھ بیٹھے ؟ لیکن اللہ کے کسی ولی نے یہ نہیں کہا کہ میرے نام کے عرس منانا ، میرے نام کی گیارہویں دینا ۔ یہ بات کوئی ثابت نہیں کر سکتا ۔ ہاں ! اگر اللہ کے ولیوں نے دعوت دی ہے تو صرف توحید کی ، ایک اللہ کے سامنے جھکنے کی ، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کی دولت نصیب فرمائے ۔ آمین !

"یوڈا پر حملہ" لکھنے پر آپ مبارک باد کے مستحق ہیں ۔

واقعی اس موضوع پر آج تک کوئی ناول نہیں لکھا گیا۔
چاند پر کرداروں کا جانا انتہائی دلچسپ ثابت ہوا۔ دشمن
کا منصوبہ پڑھ کر دل دھک دھک کرنے لگا، آنکھیں پھٹی کی
پھٹی رہ گئیں۔ بہرحال آپ کی یہ کاوش مدتوں یاد رہے گی۔ والسلام:
حافظ حمید الرحمٰن تبسم، مکان نمبر ۱۰۹۲، محلہ شعیب زئی، نواں شہر،
ایبٹ آباد، ہزارہ

ڈیر انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم! مجھے ۲۰ جنوری کو آپ کا نیا ناول "خونی بولی"
ملا، اس کی دو باتیں پڑھ کر اپنے اندر ایک نیا جوش اور
ہمت پائی۔ واقعی اگر کبھی جنگ ہو جائے تو ہمارے اندر
لڑنے کی ہمت اور جذبہ موجود ہو گا اور ہماری پاکستانی
غیور قوم اور افواج شہادت کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لے گی۔
ناول کافی دلچسپ تھا۔ آپ نے اس ناول میں ایک بہت بڑی
سماجی برائی بیان کی ہے کہ کس طرح انسان بے بس ہوتا ہے
اور پولیس ظلم کر کے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کرتی ہے۔ ناول
کا اختتام بھی بہت اچھا تھا۔ مجرم کا بھاگ جانا اور پھر انسپکٹر
جمشید کے خاص آدمیوں کا اس کو پکڑ لینا، اچھا لگا۔ ناول
ہر لحاظ سے اچھا تھا۔

اے منان خرم بٹ، الریاض، السعودیہ

پیارے انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم! اس ماہ کے دونوں ناول ایک سے بڑھ
کر ایک تھے۔ "خونی بولی" میں آپ نے ایک مسئلے کی طرف
توجہ دلائی ہے، لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ ذمے دار افراد
ذرہ بھر بھی توجہ نہیں دیتے، ورنہ جن اہم مسائل کی نشاندہی
آپ کرتے ہیں، وہ ختم ہو جائیں۔ "خونی بولی" میں آپ نے
رشوت خوروں کے انجام کا ایک چھوٹا سا نمونہ پیش کیا ہے۔
ویسے میرا خیال ہے کہ اگر کوئی رشوت خور آپ کا یہ ناول
پڑھے تو ایک دفعہ اس کا دل ضرور کانپے گا۔

"نیلے چاند کی موت" ایک اچھا ناول ثابت ہوا۔ دو باتیں
پڑھ کر معلوم ہوا کہ "طلوعِ اسلام" اسلامی رسالہ نہیں ہے۔ اس
ناول میں محمود، فاروق اور فرزانہ بازی لے گئے۔ ویسے ان
تینوں میں سے بھی فاروق کا کردار زیادہ جاندار رہا۔ ویسے
ہمیں مجرم کا پہلے ہی پتا چل گیا تھا، لیکن پھر بھی بہت
مزا آیا۔ دونوں ناول ہی خوب صورت سرورق سے آراستہ
ہیں۔ دعا ہے، آپ اچھے اچھے ناول لکھتے رہیں۔
شبیر حسین، مکان نمبر ۱۸، گلی نمبر ۲۴، سالک آباد، موہڑہ شریف، بندروڈ، لاہور

گذشتہ ماہ کے ناول

(۳۹۸)

خزانے کا بھوت ۔ انسپکٹر جمشید سیریز ۔ ۱۸ روپے

(۳۹۹)

جیل میں قتل ــــ انسپکٹر جمشید سیریز ۔ ۱۸ روپے

(۸۰)

سونے کی کتاب ــــ متفرق سلسلہ ــــ ۱۰ روپے

اشتیاق احمد
کے سنسنی خیز، ہنگامہ آرا مزاح اور جاسوسی
سے بھرپور ناول
اس ماہ کے ناول
۳۷۰ — روشنی کا اغوا — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۸ روپے
۳۷۱ — ایکشن + ایکشن — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۸ ″
۸۱ — چال کا جواب — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۸ ″
۷۵ — موت کا قدم — انسپکٹر ارسلان سیریز کا خاص نمبر — ۱۸ ″
آیندہ ماہ کے ناول
۳۷۲ — ڈرامے کا مجرم — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۸ روپے
۳۷۳ — آدھی موت — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۸ ″
۸۲ — سر پھرے — انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۸ ″
۷۶ — خوفناک ٹکراؤ — انسپکٹر ارسلان سیریز — ۱۸ ″
اشتیاق پبلی کیشنز
۹/۱۲ نصیر آباد ○ مسلم پورہ ○ ساندہ کلاں ○ لاہور فون نمبر : ۳۲۱۵۲۶
برانچ آفس — بازار لوہاراں ○ جھنگ صدر — فون : ۳۲۹۵